ماہنامہ
ملیہ
فیصل آباد پاکستان
ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق مارچ 2012ء
www.milliafsd.com
کلمة الحبیب
کچھ اپنوں سے بھی!
ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں
وائے نادانی کہ تو محتاج ساقی ہو گیا
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ نظام حیات
مناقب اہل بیت
خواتین کے صفحات
خادمة القرآن
مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحیم
ده یار بهشتی اند قطعی
بوبکر و عمر علی و عثمان
سعد است و سعید و بوعبیده
طلحه است و زبیر و عبد الرحمن
رضی الله عنهم و رضوا عنه
لاهور : سنه ۱۳۹۱ھ
کتبه نفیس الحسینی السیالکوتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ جلد نمبر 8
بمطابق
مارچ 2012ء شمارہ نمبر 3

فہرست مضامین

كلمة الحبيب

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض
حضرت سید نفیس الحسینیؒ
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر
حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

ماہنامہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد
Decl No. 3483-85

کلمة الحبیب

کچھ اپنوں سے بھی!

ابن الشیخ حبیب الرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ مسلم زعماء کی قدردانی، مہمان نوازی، عزت افزائی اور مدد واعانت میں ضرب المثل رہا ہے، اور اس قدردانی کی نظیر فی زمانہ دنیا کے دیگر مذاہب ومواطن میں ملنا ناممکن ہے، پھر مسلم زعماء کا تعلق علمائے دین سے ہو تو اس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، یہ ہمارے اسلاف کی تاریخ کا احترام ہے جو کم از کم دوسو سالہ قربانیوں کے ساتھ اپنے خون سے لکھی، یا عوام کی اولیائے کرام سے نسبت وانسیت ہے جس کا ادراک ابھی تک ان نہاں خانوں میں موجود ہے اور یہ اسی کا اظہار ہے، یا اپنے دین سے شدید محبت کا نتیجہ۔ گویا وجہ کوئی بھی ہو مگر بہت بڑا طبقہ علمائے دین کی طرف احترام بھری نظروں سے دیکھتا ہے، اور ان کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس پر عمل کر کے اپنی آخرت بہتر بنانے میں مگن ہے۔

مگر مخالفین کی تعداد ان قدردانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ مخالف نظریاتی طور پر کیمونسٹ ہو، سوشلسٹ ہو، نیشنلسٹ ہو یا بزعم خود عوامی نمائندہ، یہ سب نظریاتی حوالے سے تو الگ الگ ہیں ہی، مگر مسلم زعماء یا علماء دین کو دھرتی پر بوجھ سمجھنے والے اپنے آپ کو لبرل کہنے والے یہ حضرات اگر کسی بات پر متفق ہیں تو وہ دینی طبقہ کی مخالفت ہے، جس کا رنگ، انداز، طرز تکلم، رانداز فکر اور طریقہ تخاطب تو مختلف ہوسکتا ہے لیکن دینی طبقہ کی مخالفت کے بنیادی نقطے پر سب متفق ومؤید نظر آتے ہیں، اور اپنا فکر زندگی اور نظریہ دوسرے پر تھوپنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، بلکہ اس کے لئے انہیں جس انتہا تک بھی جانا پڑے، لڑائی جھگڑا کرنا پڑے اس میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔

اور دینی طبقہ سے تعلق رکھنے والوں میں بھی مختلف طبقات ہیں، کچھ مدھم انداز سے چلنے کے

قائل، تو کچھ رفتارِ زمانہ سے بھی تیز رہنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ کچھ ہوشمندی کے خواہاں ہیں تو کچھ دین کے نام پر جوش کو ہی اول و آخر سمجھتے ہیں، کچھ مصلحت عامہ کو مقدم خیال کرتے ہیں تو کچھ اس مصلحت آمیزی کو اصل راہ سے بھٹکنا خیال کرتے ہیں، کچھ سیاست وطن میں حصہ لینے اور اسی کے ذریعے نفاذ اسلام کو حرف آخر سمجھتے ہیں تو بہت بڑا طبقہ سیاسیات وطن سے دور رہنا ہی دانشمندی خیال کرتا ہے۔

پھر کام کا انداز بھی مختلف ہے۔ بعض مدارس کو ہی معیار خیال کرتے ہیں، تو بعض مراکز تبلیغ کو وسیلۂ خدمت دین، بعض فی زمانہ جہاد کو وقت کا اہم فریضہ سمجھ کر عملی اقدام کو ہی راہِ نجات سمجھتے ہیں، وہیں بعض لوگ طریقت و خانقاہ کے دلدادہ ہیں۔

طبقہ کوئی بھی ہو وابستہ اگر دین کے ساتھ ہے، کام اخلاص کے ساتھ کر رہے ہیں اور وہ اسی شعبہ کو کل دین سمجھتا ہے (اور بعض دفعہ افراط و تفریط کا شکار ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے)۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہے سب فداء ہیں دین کے نام پر یا دوسرے لفظوں میں مقصد ایک ہی ہے وہ ہے ضیاء دین و غلبہ دین بس طریق مختلف ہے، یا منزل ایک ہی ہے مگر طریق سفر مختلف ہے، اور اگر چہ یہ تمام راستے ایک منزل کے ہیں مگر اپنے اپنے راستے کو ہی بہتر سمجھنا بھی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر نیت ٹھیک ہو تو نہایت محمود ہے۔

مگر آج ہمیں ان راستوں پر چلتے ہوئے ذرا چند منٹ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ از سرِ نو منزل سفر متعین کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے عمل کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا جس جس راہِ سفر میں ہم چل رہے ہیں وہ راہ کا مسافر اسی طرح کا ہوتا ہے یا مسافر کچھ باتوں میں یا اکثر صورتوں میں مختلف ہوتا ہے۔ مسافر جب سفر کیلئے چلتا ہے تو کیا کیا توشۂ سفر ساتھ رکھتا ہے، اور کن کن لوگوں سے پہلے راستے کی رہنمائی لیتا ہے اور اپنے حالات کو سفر کیلئے کیسے کارگر بناتا ہے، یعنی ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے، کہ ہماری منزل متعین ہے، اور منزل کی طرف پیش قدمی ٹھیک ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم خود بھی تیار ہیں، تو اپنا جائزہ لیں، ابتداء کریں اپنے بڑوں سے جیسا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے امیر ثانی تبلیغی جماعت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے۔

''اس وسیع واقفیت کی بنا پر (جو کسی کا ذاتی کمال اور سرمایہ فخر نہیں) یہ کہنے کی

جرأت کی جاتی ہے کہ ایمان بالغیب کی دعوت، دعوت کے شغف اور انہاک اور تاثیر کی وسعت وقوت میں اس ناکارہ نے اس دور میں مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کا کوئی ہمسر اور مقابل نہیں دیکھا، یوں ان کی نادرۂ روزگار شخصیت میں بہت سے ایسے کمالات پائے جاتے تھے، جن میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، ان کی ایمانی قوت، ان کا اعتماد و توکل، ان کی ہمت وجرأت، ان کی نماز اور دعاء، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ان کی گہری واقفیت اور ان کے حالات کا استحضار، اتباع سنت کا اہتمام، فہم قرآن اور واقعات انبیاء سے عظیم نتائج کا استخراج، دعوت وتصنیف کے متضاد مشاغل کو جمع کرنے کی قوت، اور آخر میں ان کی غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت، یہ سب ان کی زندگی کے پہلو اور نمایاں صفات ہیں''۔

ہمیں اپنے کام کے بارے میں جہاں محتاط ہونے کی ضرورت ہے، وہیں اپنے آپ کو مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے وہ ''رجوع الی اللہ'' ہی ہے جسے سلاح المؤمن بھی کہا گیا ہے۔

ملا جامیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ امیر وقت ان سے ناراض ہو گیا جو ان کا شاگرد بھی تھا، حکم دیا کہ میری سلطنت سے نکل جاؤ، انہوں نے ہرکاروں کو کہا کہ اس سے کہہ دو کہ میں تیرا حکم نہیں مانوں گا، امیر نے پیغام دیا کہ جا کر بتلاؤ۔ نہ نکلے تو میں اپنی فوج لے کر آتا ہوں، ملاؒ نے کہا اسے کہو کہ ضرور لے آئے اور خادم کو کہا ذرا لوٹا پکڑاؤ اور میرا جائے نماز بچھاؤ تاکہ میں بھی تیاری کرلوں، جب امیر کو معلوم ہوا کہ شیخ مصلے پر بیٹھ گئے ہیں اور تیاری کر لی ہے، تو کہا ان کا میں اب مقابلہ نہیں کر سکتا، اور دست بدستہ حاضر ہوا اور معافی چاہی۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی ذات پر محنت سے زیادہ دوسروں پر تنقید پر توجہ دینی شروع کردی ہے آج خود باطنی ترقی اور اس کے حیرت انگیز ثمرات سے ہم کوسوں دور ہیں گویا ہمیں اپنے بڑوں کے حالات پڑھنے، سمجھنے، اور بار بار غور نے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اس کسوٹی اور پیمانے کے قریب بھی ہیں جو کہ انبیاء کے وارثین اور اولیاء کے روحانی جانشینوں کا ہے،

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کم از کم نقل ہی کو معیار بنا لیں اور متقدمین کی نقل ہی شروع کردیں شاید یہ نقل ہی کام آجائے۔

استفتاء

اب مولانا قصوری کا استفتاء اور علماء حرمین و ہند کا جواب ملاحظہ فرمائیں، یہ فتویٰ ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے، عربی اور اردو زبان میں ہے، اس کا اصل سے عکس کتاب میں شائع کیا جائے گا۔ ہم یہاں اس کا پر صرف اردو ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔

حمد وصلوٰۃ وسلام! کے بعد واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ''جو علماء غیر مقلدین سے ہے'' غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت ظاہر کرنے کی غرض سے اردو بولی میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام ''براهين احمديه علی حقيقة كتاب اللّٰه القرآن و النبوة والمحمدية'' رکھا۔ اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعویٰ کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواد اعظم علماء کے وحی رسالت کا مترادف ہے۔ چنانچہ اصل عبارت اس کی رسالہ عربیہ میں منقول ہے۔

پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ مؤلف (یعنی مرزا غلام احمد) نے ''کتاب براہین احمدیہ'' کو خدا کی طرف سے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے اپنے الہامات وخوارق وکرامات واخبار غیبیہ واسرار لدنیہ وکشوف صادقہ ودعائیں مستجابہ کے راست ہونے سے دین اسلام کے راستی وصدق ظاہر کیا ہے۔ اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد ہیں، جس کا ذکر تفصیل وار کتاب ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے۔ اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے بشدت مشابہ ہیں اور اسی کو خواص انبیاء و

رسل کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء و ماتقدم پر فضیلت دی گئی ہے۔

اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت و برکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد وحرمان کا ہے (یعنی حق تعالیٰ کی رحمت سے)۔ ثبوت اور دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ مقرر ہے) پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ اگر اور اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا'' الخ،

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان، ضلع گورداسپور، ملک پنجاب، مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب انتہاء ملخصاً

پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اسکی کتاب خریدی۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرہ میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔ اس کے تیسرے چوتھے حصہ میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی و عبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۴۸۵ میں لکھا ہے۔ اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں۔ اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کیا ہے۔ اور ان خطابات سے وہی مراد ہے۔ اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ پرلے درجہ کی اس کی تعریف ہے۔ جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعلی سمجھ میں آتی ہے۔ والعیاذ باالله من ذالك! جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور جناب رسول خدا ﷺ کے راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا رَدّ لکھتے ہیں۔

پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف کامل الہام اور وحی

رسالت کی مانند جانتا ہے یہ ہے ان آیات اور عربی فقرات کا ترجمہ:

۱......اے احمد! اللہ نے تجھ میں برکت دی۔۲......تم نے کنکر نہیں پھینکے جب پھینکے تھے لیکن خدا نے پھینکے تھے۔۳......تو ڈرا دے ان لوگوں کو جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔۴......اور تاکہ ظاہر ہو گنہگاروں کا راستہ۔۵......تو کہہ دے میں مأمور ہوں اور اوّل ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر۔۶......تو کہہ حق آ گیا اور جھوٹ نابود ہوا، جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے۔۷......تو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے۔۸......اور تو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔۹......تو کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے اتباع کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔(براہین احمدیہ ص ۲۳۸، ۲۳۹) سے یہ نو الہام منقول ہوئے ہیں۔

پھر صفحہ ۲۴۰ میں یہ پانچ الہام درج ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۰......ہم مسخری کرنے والوں سے تیرے لئے کافی ہیں۔۱۱......اور تو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں جلد تم معلوم کرلو گے۔۱۲......وہ چاہتے ہیں خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر پسند نہ کریں۔۱۳...... جب آ گئی نصرت اور خدا کی فتح۔۱۴......یہ میری پہلی خواب کی تاویل ہے جس کو خدا نے سچ کر دیا ہے۔

پھر صفحہ ۲۴۱ میں یہ پانچ الہام لکھے ہیں:

۱۵......تو خدا کا نام لے پھر ان کو چھوڑ دے ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔۱۶......اور ہرگز نہ راضی ہونگے تجھ سے یہودی اور نصاریٰ۔۱۷......اور تو کہہ خداوندا مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔۱۸......ہم نے تیری فتح کر دی ہے، ظاہر فتح۔۱۹......اور تجھے گمراہ پا کر راستہ دکھلایا۔

پھر صفحہ ۲۴۲ میں یہ تین الہام ہیں:

۲۰......ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔۲۱...... اے لحاف پوش کھڑا ہو جا اور ڈرا اپنے رب کی تکبیر کہہ۔۲۲......اور نیکی کا حکم کر اور گناہ سے

ہٹا۔ پھر صفحہ ۴۸۲، میں براہین احمدیہ کا مؤلف کہتا ہے یہ الہامات مجھ پر نازل ہوئے ہیں :۲۳......اے احمد! تو برکت دیا گیا، اور خدا نے جو یہ تجھے برکت دی ہے تیرا حق تھا۔ پھر صفحہ ۴۸۹، براہین میں لکھتا ہے پر کہا ہے کہ:۲۴۔......تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔

مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں لکھا ہے کہ مؤلف براہین نے اس الہام میں دعویٰ کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے، انتہاء مترجماً۔

پھر براہین احمدیہ ص ۴۹۱، میں یہ الہام لکھا ہے کہ:۲۵۔......جب خدا کی مدد آگئی اور فتح اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے''۔ اوران فقرات وآیات کا ترجمہ براہین کے ص ۴۹۱ کی سطر ۱۸ او ۱۹ میں یوں لکھا ہے کہ: جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی اور تیرے رب کی بات پوری ہوجائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کیلئے تم جلدی کرتے تھے''۔ انتہاء بلفظہ!

پھر براہین احمدیہ ص ۴۹۳، میں اپنے لئے الہام یہ لکھا ہے:

۲۶......''دَنٰی فَتَدَلّٰی '' پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا''فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ''پس ہو قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک''

پھر ص ۴۹۶، میں اپنے لئے ان الہامات کا دعویٰ کیا ہے کہ:

۲۷......''اے آدم! تو اپنی زوجہ سمیت بہشت میں رہ۔ اے احمد! تو اپنی زوجہ کے ساتھ مکان پکڑ۔ پھر اس کی مراد یوں لکھتا ہے۔ اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہوجاؤ'' انتہاء بلفظہ!

پھر ص ۵۰۳، خزائن میں اپنے لئے یہ الہام درج کئے ہیں:

۲۸......بے شک تو صراط مستقیم پر ہے۔ ۲۹......خدا کے حکم کو ظاہر پہنچاو

رجاہلوں سے روگردانی کر۔ پھر صفحہ میں آیت کا الہام لکھا ہے اور ترجمہ اس کا خود کیا ہے:

۳۰...... ''ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے۔ پر شیطان نے انکی تو ابع کی راہ کو بگاڑ دیا۔ الخ''۔ انتہا بلفظہ ! اب ظاہر ہے کہ کاف خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا، اسی براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں، اور اسی صفحہ میں اپنے لئے آیت کا الہام بھی لکھا ہے

جس کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ:۳۱...... ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سفر کرایا، یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے، مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا'' بلفظہ ۔ پھر صفحہ ۵۰۶ میں ان دونوں آیتوں کا اپنی طرف الہام ہونا ظاہر کرتا ہے،

جن کا ترجمہ خود یہ لکھتا ہے کہ:۳۲...... ''اور جب تم سے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کے، دعا قبول کرتا ہوں''۔۳۳...... ''اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں ''۔ انتہا بلفظہ۔ پھر صفحہ ۵۱۰، میں چند آیات قرآنی اپنے حق میں نازل کر کے

ان کا ترجمہ خود یوں لکھتا ہے:۳۴...... ''کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کردے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔۳۵......اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر، وہ غرق کئے جائیں گے۔۳۶......اے ابراہیم! اس سے کنارا کر، یہ صالح آدمی نہیں۔۳۷......تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔۳۸......اور نہ تو ان پر نگہبان ہے۔ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں، یعنی مراد غرق کئے گئے اور غیر صالح سے بعض خاص لوگ ہیں''۔

پھر صفحہ ۵۱۷، میں بعض آیات قرآنی کا اپنے لئے نازل ہونا قرار دے کر ان کا ترجمہ یوں لکھتا ہے: ۳۹...... ''اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی۔۴۰......ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔۴۱......اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے

۴۲۔......اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔

جو تیری کمر توڑ دے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔'' انتہا بلفظہ۔

پھر صفحہ ۵۵۶، میں ایک آیت اپنے لئے وارد کر کے صفحہ ۵۵۷، میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: ۴۳...... ''اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھوں گا، اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی عاجز مراد ہے''۔ انتہا ملخطہ۔

نیز ص ۵۵۵ میں فقرہ عربیہ کا الہام لکھ کر اس کا ترجمہ ص ۵۵۶، خزائن ص ۶۶۳ میں یوں کرتا ہے: ۴۴...... ''میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے، یعنی خدا تعالیٰ کا تائید اعلیٰ کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع کرنا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے، جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔'' انتہا بلفظہ۔

پھر ص ۵۶۱ میں آیات قرآنی اپنے لئے نازل کر کے ترجمہ اس کا ص ۵۶۲، خزائن ص ۶۷۰ میں یوں لکھتا ہے کہ: ۴۵...... ''کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے۔ سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو'' انتہا بلفظہ۔

پھر ص ۵۶۱، میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق کی آیات اپنے لئے نازل کر کے ص ۵۶۲، میں تصریح کرتا ہے کہ مراد ان سے میں ہوں، چنانچہ اصل عبارت اسکی یوں ہے کہ: ۴۶...... ''وہ نشان سلیمان کو سمجھا جائے یعنی اس عاجز کو۔ ۴۷......سو تم ابراہیم کے نقشِ قدم پر چلو۔ یعنی رسولِ کریم کا طریقہ جو کہ حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں۔'' انتہا بلفظہ۔

یہ خاتمہ اس کی کتاب یعنی چوتھے حصے کا ہے، پس ان سینتالیس الہامات سے جو اکثر

آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے الہام اور وحی قرار دیا ہے، بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت اور خواص نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں۔ چناچہ انبیاء سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذالک جو ان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے۔ کیونکہ اوّل اس نے برخلاف اہلِ سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیاء کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک ہی معنیٰ رکھتے ہیں۔ اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے۔ اور وہ ڈرانے، خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے۔ خدا اس سے محبت کرے گا، اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے۔ پس جو اس پر ایمان لایا وہ مؤمن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں میں سے ہے۔ جیسا کہ ۴۴ اور ۴۵ ویں الہام کے ترجمہ اردو میں اس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت ونبوت کے معنیٰ یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہو اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔

علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور دو عالم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو مخاطب کیا ہے۔ صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحاد فی الایات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قران شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروغ گذار چھوڑا ہے۔ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مؤلف براہین کا اپنے کو آنحضرت ﷺ کا تابع جانتا ہے اور اپنے لئے ان فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کہ متابعت سے بطور ظلیت مانتا ہے۔ جیسا کہ اس اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے اور نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث:

"علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل"۔

کا ہے تو اس حالت میں کیونکر ہو متصور ہو کر وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے؟۔ دیکھو وہ اپنی فضیلت اولیاء پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اس نے ہرگز نہیں کہا کہ

میں انبیاء سے ہوں تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتاب نصاریٰ اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیقت دین اسلام کے تالیف کی ہے۔ تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاص مستطور ہیں، مجھ پر نازل ہوئی ہیں، ان کا مورد میں ہوں۔ کیا فائدہ رکھتا ہے؟۔ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیان سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظّمہ کی طرح وحی اترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آئیں اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالیٰ اس سے حساب لے گا، جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر منقول ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ کرام ؓ خصوصا خلفائے راشدینؓ و امامانِ اہل بیتؓ و تابعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے۔

پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہیں انبیاء و مرسلین سے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں۔ لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے:

”قل انی امرت وانا اول المومنین. فصدع بماتؤمر واعرض عن الجاهلين .لعلك باخع نفسك ان لا يكو نو ا مؤمنين . قل جاء كم نور من الله فلا تكفروا ان كنتم مؤمنين.“

جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے۔ پس یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا ہے کہ میں انبیاء و رسل کا نمونہ ہوں۔ جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نمونہ شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے۔

’’مشتے نمونہ از خروارے‘‘۔

یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیاء ومرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مثلیت ہے کہ نہ ظلیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے کہ: ’’منصب ارشاد وہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلہ انبیاء ہیں اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے۔‘‘ انتھاء بقدر الحاجہ!

پس براہین والے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لئے ثابت کرنا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیاء کو بطور مستعار، یہ حلہ ملتا ہے باطل ہے۔ کیونکہ منصب ورود وحی رسالت غیر انبیاء کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کے الہام اور رسالت سے مترادف نہیں۔ اس لئے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے اور اس کی اطلاع میں ہرگز طرح کا شک وشبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ اس واسطے مکلفین پر اس کا قبول واجب ہے۔ جس نے اس کو مانا وہ مؤمن ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔

برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام سے اگرچہ بعض حقائق ذات وصفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے یا بعض وقائع دنیا کو بھی یقین ہو جاتا ہے۔ مگر بجمیع الوجوہ شک وشبہ سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا اس میں باقی رہتا ہے، اسی لئے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت: ’’عالم الغیب‘‘ کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔ لہٰذا نبیوں کے اخبار غیب پر ایمان واجب ہے کاہن ونجومی وغیرہ جو غیب کی خبریں دیں اس کی تصدیق کفر ہے اور علیٰ ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے فقہ اکبر کی شرح کی ملحقات میں تصریح کی ہے۔ اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدّین اور ان کا امام صاحب براہین جو الہام اولیاء کو

حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں۔ان کی غلطی کا منشاء حضرت خضرؑ کے الہام کا ذکر اور وقعہ الہام امّ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیھم السلام ہے۔ جو منصوص قرآنی ہے۔جیسا کہ بر اہین کے صفحہ ۵۴۸، میں لکھا ہے۔اور نیز خضر جن میں اے کوئی نبی نہ تھا، انتہیٰ۔یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے، کیونکہ علماء حقہ وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضر جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناطق ہے۔اختلاف حال ومآل وحی موسیٰ اور الہام مادر موسیٰ ہیں کیونکہ ہر چندان کو الہام منجانب اللہ تعالیٰ ہوا تھا کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے وہ سلامتی سے تیرے پاس آجائے گا۔

چنانچہ قرآن میں فرمان ہے کہ جب تو موسیٰ کے معاملے میں خائف ہو تو اُسے دریا میں ڈال دینا اور خوف وغم نہ کرنا، ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے اور اس کو رسول بنا دیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا۔تو اس الہام پر مادر موسیٰ کو خود بھی اطمنان نہیں ہوا تھا، ورنہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی، جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے:

”واصبح فواد ام موسیٰ فارغا،الآیۃ۔“یعنی اور ہوگیا دل ماں موسیٰ کا خالی صبر سے۔تحقیق نزدیک تھی کہ البتہ ظاہر کردے اس کو اگر باندھ نہ رکھتے ہم اوپر دل اس کے ہمت، تو کہ ہو ایمان والوں میں سے، اور بے شک حضرت موسیٰؑ اس وحی میں مطمئن تھے کہ:”لا تخاف درکا ولا تخشیٰ“۔

یعنی فرعونیوں کے پکڑنے سے مت ڈر۔اسی لئے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور قوم فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے۔جیسا کہ قرآن میں خبر دی گئی ہے کہ بے شک پکڑے گئے۔تب حضرت موسیٰ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے میرے ساتھی میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دے گا۔پس بشہادت قرآن مبین وحی رسالت یا الہام اولیاء میں فرق آسمان وزمین پیدا ہوگیا اور جوان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے۔بالیقین

اور حدیث:”علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل“ بے اصل ہے۔چنانچہ دمیری اور زرکشی اور عسقلانی تینوں میں کہا ہے۔علامہ قاری نے رسالۃ المصنوع فی

احادیث الموضوع میں اس پر تصریح کی ہے۔ مطبوعہ لاہور کے ص۱۶ سطر ۱۹ میں دیکھو ۔رہا یہ دعویٰ صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا، سو ہر چند یہ دعویٰ محض زبانی ہے دل میں نہیں۔ جیسا کہ اس کی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا۔ تاہم دعویٰ اتباع فناع النبوت ورسالت سے نہیں ہے۔ کیونکہ براہین کے صفحہ ۹۹، میں ہے کہ: ''مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا۔ اور اس کی انجیل توریت کہ فرع ہے''۔ انتہاء!

پس ثابت ہوا کہ بموجب زعم براہین والے کے اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی ۔ ویسا ہی شخص باوجود اتباع آنحضرت ﷺ کے اپنے آپ کو خصائص نبوت ورسالت سے موصوف کررہا ہے اور نیز انبیاء اگرچہ بحسب مراتب وقرب عنداللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ چنانچہ تیسرے سپارہ کا ابتدائے آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ وہ رسول ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے مگر مؤمن بہ ہونے میں سب انبیاء برابر ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مؤمنین سے حکایت فرمائی گئی ہے کہ ہم نہیں فرق کرتے، یعنی ایمان لانے میں رسولوں کے درمیان۔ الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات صاحب براہین میں تدبر اور تعمق فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کرجاتا ہے کہ براہین والے نے صاف دعویٰ برابری کا انبیاء سے کیا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ ص۵۱۱، میں آیت:

''قل انما انا بشر ''۔ کو اپنے لئے نازل کر کے صفحہ۶۱۲ میں اس کا ترجمہ یوں لکھتا ہے: ''پھر فرمایا ہے کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا ہے معبود ہے جس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہیے''۔ انتہاء بلفظہ۔

اور براہین کے صفحہ ۲۴۲ میں آیت: ''واتل علیھم '' کو اپنے حق میں نازل کرلیا ہے ۔جس کا ترجمہ یہ ہے اور پڑھ ان پر جو وحی کہ جاتی ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے''۔ پس یہ صریح مقابلہ ہے صاحب براہین کا سیدالمرسلین ﷺ سے۔ الغرض براہین کا

مؤلف ہر چند اپنی زبان سے صریح دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں تا کہ اہل اسلام خواص و عوام بلوے نہ کر دیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاصہ اخواص انبیاء سے باقی کوئی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو۔ بلاشبہ اس کی مثال علی گڑھ والے نیچری کی ہے جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا ،جس پر اس کی تفسیر قرآن اور اخبار تہذیب الاخلاق شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف کان اللہ لہ نے اس کے ہفوات کے رَدّ میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام ''جواہر مضیئہ ردّ نیچریہ '' ہے شائع کیا ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذلک! پس یہ نیچری باوصف شرع متین اور مخالف جمیع علماء ربانیین کے اپنے آپ کو خواص اولیاء اور دین کے تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے۔ ایسا ہی حال ہے صاحب براہین کا علماء راسخین کی نظروں میں ۔ چنانچہ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے اخبار شفاء الصدور میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی مثل علی گڑھی نیچری کے ہے۔ یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں رہا۔ یہ ادعا براہین والے کا کہ میں اکثر اولیاء ماتقدم سے افضل ہوں۔

سو یہ بھی مثل دعویٰ نمونہ انبیاء کے، سراسر باطل ہے۔ کیونکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی فضیلت ساری امت پر بحکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال فضیلت اس مدعی کا ظاہر ہو جائے گا۔ اس تحریر کو یاد رکھ کر سنئے کہ عجائب ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہیں جو صفحہ ۴۹۸، میں انا انزلنا قریبا القادیان لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ یعنی (خدا فرماتا ہے) ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام کو پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اور بضرورت حقہ اترا ہے۔ خدا اور اسکے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا وہ تو ہونا ہی تھا۔

''نیز اسکا دعویٰ کہ'' یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے الئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں ارشاد فرما چکے ہیں۔(

یعنی صفحہ ۴۹۷ میں حدیث: ’’کو کان الایمان معلقا بالثر یا لنامه ۔‘‘ کا اشارہ قادیانی کی طرف ہے اور خدا تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔

چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے: ’’ھوا لذی ارسل رسو له ‘‘ (یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکساری اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ اور بحدے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔

اگر وہ حامد ہے تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہے تو وہ محمد ہے۔ سو چونکہ اس عاجز حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اسلیئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے، اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو

’’انتہاء بلفظہ! من صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹)

وائے نادانی! کہ تو محتاج ساقی ہو گیا

مفتی ناصر الدین مظاہری

''دنیا بھر میں روزانہ پانچ سو سے زائد افراد اسلام قبول کر رہے ہیں، ایک پاکستانی ویب سائٹ نے ایک رپورٹ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے حادثہ کے پس منظر میں مغربی طاقتوں خصوصاً امریکہ کی طرف سے اسلام کو خونخوار اور تشدد پسند مذہب ثابت کرنے کیلئے زبردست پروپیگنڈا کیا گیا اور تہذیبی تصادم کی تھیوری کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی جس کا عوام پر الٹا اثر ہوا اور ان کے اندر اسلام کے بارے میں جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا اور اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام کے دائرہ میں داخل ہو رہے ہیں خاص طور سے امریکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور ان میں بھی عورتیں اسلام سے زیادہ متاثر ہو رہی ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہی دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کا بھرپور تحفظ کیا ہے اور انہیں مکمل حقوق فراہم کئے ہیں، رپورٹ کے مطابق اسلام کے بارے میں جتنا منفی پروپیگنڈہ کیا گیا اسلام کا دائرہ اتنا ہی وسیع تر ہوتا گیا، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مغربی ملکوں کے عوام جو فطری طور پر مذہب پسند رہے ہیں ان میں سے بڑی تعداد دین کی طرف پلٹ رہی ہے اور دین حق کے طور پر ان کی پہلی پسند اسلام ہے جس سے عیسائی حلقوں میں زبردست تشویش پیدا ہو گئی ہے۔''

یہ اور اس قسم کی متعدد خبریں آئے دن اخبارات، رسائل اور میڈیا کے ذریعہ عوام کے درمیان پہنچتی رہتی ہیں اس سلسلہ میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کی مخالفت اول دن سے ہی کی جاتی رہی ہے لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد اس کی مخالفت میں بین الاقوامی شدت آئی ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد پوری دنیا بالخصوص یورپ میں اسلام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ پھیلا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ دہریت، لادینیت اور مادیت کی مکمل ناکامی نے یورپ میں اسلام کی قوت

اور قدر و قیمت بڑھادی ہو، یہ تصور ہی غلط ہے، یورپ کل کی طرح آج بھی مختلف فکری و عملی فتنوں کی آماجگاہ بنا رہا ہے، شدید نوعیت کی مذہبی جنگ تنگ نظری، صنم پرستی، ابلیس پرستی حتی کہ جادوٹونے میں بھی یہ معاشرہ مبتلا رہا ہے، عقل پرستی اور تعلیم کے عموم کے باوجود ملغوبہ قسم کے عقائد یورپ کے ''مہذب جنگل'' میں پنپتے رہے ہیں اس کے باوجود پوری دنیا میں اور خاص طور پر یورپ اور امریکہ میں اسلام کے پھیلاؤ کا تناسب سے زیادہ ہے۔

قبول اسلام کی فہرست میں عورتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ وہ تہذیب اور وہ تمدن جو آزادیٔ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے میں سب سے آگے ہے وہاں صنف نازک میں قبول اسلام کا تناسب قابل رشک حد تک بڑھا ہوا ہے۔

صرف تبلیغی جماعت دنیا کے تقریباً ایک سو بیس ممالک میں دعوتی خدمات انجام دے رہی ہے محتاط اندازہ کے مطابق فرانس میں ۴۵ لاکھ، انگلستان میں ۲۰/لاکھ، جرمنی میں ۱۵/لاکھ اور امریکہ میں ۸۰/لاکھ مسلمان موجود ہیں، امریکہ میں ایک ہزار سے زائد مساجد تین سو سے زائد اسلامی مراکز اور ڈیڑھ سو سے زائد دینی مدارس مصروف کار ہیں جب کہ دیگر دعوتی اور فعال دینی جماعتوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے، امریکی معاشرہ میں ہر سال ۱۱/ہزار افراد دامن اسلام سے وابستہ ہو جاتے ہیں جن میں سے ۶۸% خواتین ہوتی ہیں اب اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ واشنگٹن، لندن، پیرس، روم، ویانا، لزبن، نیویارک، لاس اینجلس، زغرب ہر جگہ اور ہر شہر میں مسلمانوں کی نہ صرف شاندار مساجد آباد ہیں بلکہ دینی اور دعوتی مراکز، ان کا بہترین لٹریچر اور ویب سائٹ وغیرہ بھی موجود ہیں۔

جدید تمدن نے عورت کو سب کچھ دیا، عالی شان مکان، مکمل آزادی و خود مختاری، بہترین ملبوسات، معیاری غذا، شاندار گاڑیاں، نئی تعلیم، سیکولر اور خالص دنیاداری پر مبنی تربیت اور غیر معمولی عیش و عشرت کے باوجود حقیقی سکون، حقیقی خوشی اور حقیقی زندگی سے یکسر محروم ہے، انہیں یورپی تہذیب میں ''وفا کے بندے'' تو نہیں ملتے لیکن عیاش اور ہوس پرست ''جفا کے بندے'' چاروں طرف نظر آتے ہیں، یورپی تہذیب کا یہ سب سے بڑا دیوالیہ پن ہے کہ آج وہاں انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں، رشتوں کا تقدس ختم ہو چکا ہے، دولت، عیاشی اور شراب و نشہ کی عادتوں نے انہیں خود اپنے آپ سے

دور کر دیا ہے، انہیں جو تعلیم دی گئی ہے، جس انداز میں ان کی تربیت ہوئی ہے، وہ نیکی و بدی، حق اور باطل، صحیح اور غلط اور حسن و بدصورتی میں امتیاز کرنے سے عاجز و قاصر ہے

یہی وجہ ہے کہ یورپ کے غلاظت خانہ میں اگر کسی کو سکون کی تلاش ہوتی ہے یا حقیقی خوشی و مسرت کے حصول کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ دیگر ادیان و مذاہب کا مطالعہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ صداقت دنیا تسلیم کر چکی ہے کہ اسلام کے دامن میں پناہ لینے کے بعد انسان کو حقیقی روحانی سکون بھی ملتا ہے، ذہنی سطحیت اور چھچھور پن سے نہ صرف نجات ملتی ہے بلکہ قرآن کریم کے مطالعہ اور سیرت نبوی سے لگاؤ کے باعث ان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

اسلام کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ اس نے چودہ سو سال کے قلیل عرصہ میں پوری دنیا کو مہذب معاشرہ اور مہذب تعلیمات پہنچانے میں حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا، دنیا کی ساری توجہات اور اس کی مکمل کوششیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ چاند پر کیسے پہنچا جائے، مریخ پر قبضہ کس طرح ممکن ہے، سورج کی شعاؤں کو کس طرح گرفتار کیا جا سکتا ہے، آسمان پر کیا کیا چیزیں ہیں، زمین کی کھدائی، آثار قدیمہ کی تلاش و جستجو، نئی نئی تحقیقات و تدقیقات، عجیب و غریب دریافتیں اور نہ جانے کن واہیات اور خرافات میں یورپ مغزماری کر رہا ہے، حالانکہ انہیں یہ ساری چیزیں قرآن کریم میں مل سکتی ہیں محض اس کی تلاش و جستجو کیلئے اسی کے مطابق عقل، فکر اور ہمارا ایمان و یقین ہونا ضروری ہے۔

گذشتہ سال پوری دنیا میں یہ خبر گشت کرتی رہی کہ برطانوی شہزادہ چارلس خفیہ طور پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کا رجحان مسلمانوں کی طرف بڑھا ہوا ہے اور یہ کہ انہوں نے یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ ان کی تاج پوشی کے موقع پر دیگر ادیان و مذاہب کے ساتھ ساتھ اسلامی نمائندوں کی موجودگی بھی ضروری ہے۔

روسی جاسوس ''الگزینڈر'' جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں لیکن جب اللہ رب العزت نے انہیں اپنے اندرون کی جاسوسی کا موقع دیا تو انہوں نے اس حقیقت کو دریافت کر لیا کہ اب تک وہ جس مذہب کے پیروکار رہے ہیں وہ مذہب سر ے سے غلط ہے، حقیقی زندگی اور حقیقی خوشی و مسرت اور امن و سکون اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں ہے چنانچہ انہوں نے کسی چیچن مجاہد سے کہا تھا کہ اس کی تدفین اسلامی طرز پر ہونی چاہیے۔

''الگزینڈر'' کو اپنے ہی ملک اور اپنے ہی وفاداروں سے اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے وہ برطانیہ فرار ہوگئے تھے لیکن عیار و مکار روسی درندوں نے خفیہ طور پر اپنے دو نمک خواروں کے ذریعہ برطانیہ کے ایک ہوٹل میں ''الگزینڈر'' کو زہر دلوادیا جس کے باعث کچھ ہی دنوں میں ان کی موت ہوگئی اور رپورٹ سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ''الگزینڈر'' کو ایسا زہر دیا گیا تھا جس کے نتائج کچھ دنوں میں سامنے آتے ہیں چنانچہ کچھ ہی دنوں میں ''الگزینڈر'' اس دنیا سے کوچ کر گئے اور ان کی وصیت کے مطابق لندن کے ایک قبرستان میں اسلامی طرز کے مطابق ان کی تدفین عمل میں آئی۔

اسلام کی خوبیاں اب بھی من وعن وہی ہیں جواب سے چودہ سو سال پہلے تھیں اس کی تاثیر میں حبہ برابر کوئی فرق نہیں آیا ہے لیکن مسلمانوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں اسوقت کے مسلمان اور آج کے مسلمان میں زمین آسمان کا فرق ہے، آج مسلمانوں میں داعیانہ صفات عنقاء ہوتی چلی جارہی ہیں محض نسلی اور پشتینی مسلمان بن چکے ہیں حالانکہ اگر ہمارے اندر اسلام کی تبلیغ اور ترویج واشاعت کی صفات موجود رہتیں تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جاسکے۔

امریکہ کی نومسلمہ محترمہ عالیہ (سٹرلنگ) کے بقول

''امریکہ اور یورپ میں آج لاکھوں مسلمان مقیم ہیں انہیں عملی طور پر اسلام کا چلتا پھرتا اسلامی نمونہ بن جانا چاہیے ان کی یہ تعمیری روش ہی یورپ اور امریکہ میں اسلام کے بارے میں ساری غلط فہمیوں کو بھی دور کرے گی اور اسلامی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ بن جائے گی''۔ (ہمیں خدا کیسے ملا)

وشو ہندو پریشد کے صدر اشوک سنگھل کا بیان اجودھیا سے نکلنے والے ایک ہندی پرچے میں شائع ہوا تھا کہ

''مسلمان ہم لوگوں کو کافر کیوں کہتے ہیں، کافر تو ان کو کہا جاتا ہے جو انکار کرنے والے ہو ں انہوں نے ہم پر کیا پیش کیا ہے جو ہم نے انکار کیا ہو''۔ (ارمغان دعوت ص ۱۰۴)

ایک نومسلم نے ایک داعی سے روکر کہا

''جب میں سوچتا ہوں کہ میرے ماں باپ دوزخ میں جل رہے ہوں گے تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسلمانوں کو نوچ کر کھا جاؤں، کاش وہ ان تک دین کو پہنچادیتے۔'' (ارمغان دعوت ص ۱۰۴)

رائے ونڈ کے اجتماع میں ایک نومسلم مبلغ کو شرکت کی دعوت دی گئی انہوں نے مسلمانوں کو

خطاب کرتے ہوئے ''یَا اَیُّھَا الظّٰالِمُوْنَ'' سے بات شروع کی۔

مسلمانوں نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کو محبت سے بلایا ہے، اسلام کی دعوت دی ہے پھر بھی آپ ہمیں ظالم کہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ بے شک آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی مگر آپ اپنے ظلم پر غور کیجئے ، میرے باپ مجھ سے زیادہ شریف تھے اور اسلام کو پسند کرتے تھے اور بہت زیادہ قابل تھے کہ اسلام قبول کریں مگر آپ نے اسلام کا تعارف ان سے نہیں کرایا اور وہ بیچارے محروم اس دنیا سے چلے گئے میرے وہ شریف اور محسن والدین جنہوں نے مجھے پالا پوسا اور کس کس طرح میری پرورش کی ،آج دوزخ میں جل رہے ہوں گے کیا آپ نے ٹھنڈے کلیجے سے سوچا ان کو کس قدر تکلیف ہوگی صرف تمہاری کاہلی کی وجہ سے اور تمہاری اپنی ذمہ داری ادا نہ کرنے کی وجہ سے''۔

وہ لوگ جو نسلی مسلمان ہیں ان کیلئے یہ چیزیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں کہ انہوں نے اسلامی مطالبات اور تقاضوں کو کہاں تک پورا کیا ہے یہ کتنا آسان کام ہے کہ اپنی غلطیاں اور اپنی خامیاں ہم دوسروں کے سر تھوپ دیتے ہیں مگر یہ کس کی غلطی ہے کہ لاکھوں کروڑوں افراد جن کا دل ودماغ اور فکر وضمیر اس قابل تھا کہ اگر انہیں اسلام کی تعلیمات بتائی جاتیں، اسلامی تقاضے بتلائے جاتے، قرآن کریم کے مطالبات سمجھائے جاتے ،رسول ﷺ کا اسوۂ مبارک ان کے سامنے پیش کرتے اور ان سے عاجزانہ التماس کرتے کہ وہ اس تاریک دنیا کو آخری دنیا نہ سمجھ کر اس دنیا کے لئے زادِ سفر تیار کرلیں جو ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کے بعد کوئی موت نہیں ہے تو کیا عجب تھا کہ کُل نہ سہی، بعض افراد تو اسلام قبول کرہی لیتے اور جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جاتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

''ملاء اعلیٰ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر آگے چل کر کسی وقت قوت وشوکت اور اقتدار وحکومت یہاں کی قدیم اکثریت کے ہاتھ میں آگئی تو کچھ بعید نہیں ہے کہ توفیق الٰہی ان باشندگانِ ہند کو ہدایت عطا فرمائے اور یہ راہِ حق پر آجائیں لیکن اس پیشین گوئی یا اشارۂ غیبی کے مطابق دیکھنا یہ ہے کہ ان کا یہ قبول حق خود ان کی محض استعداد قبولیت حق کا نتیجہ ہوگا یا اس میں کچھ دخل اس امت اجابت کی سعی وکوشش کا بھی رہے گا جو ہزار برس سے ان بندگانِ خدا کے پہلو بہ پہلو رہ رہی ہے مگر اس طویل مدت میں وہ اس حق کی حقانیت کو اپنے قول وعمل سے اپنے ہمسایوں پر یہ واضح نہ کرسکی جس حق نے ان کو چودہ سو برس پہلے امت دعوت سے

امت اجابت میں داخل ہونے کی سعادت بخشی تھی یا خدانخواستہ ان ہمسایوں کی تبدیلئ فکر وعقیدہ اس آیت کا مصداق نہ بن جائے

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لاَ يَكُوْنُوْا اَمْثَالُكُم

(اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل ڈالے گا اور لوگ تمہارے سوا، پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے

(پ۲۶ سورہ محمد ۳۸)۔

کسی بزرگ کا مقولہ ہے

''ولی ہونے کا ایک آسان نسخہ ہے کہ جب کسی غیر مسلم کا انتقال ہو تو اس پر دل کھول کر روؤ، آنسو بہاؤ ، یہ سوچ کر کہ کاش ہم اس کو دین کی دعوت دیتے تو آج یہ مسلمان ہوتا اور آنے والے کل جہنم میں جانے کے بجائے جنت کی حقیقی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا''۔

ہمارا قول ہمارے فعل سے متصادم ہے ، ہمارا دل ہماری زبان کے مخالف ہے ، ہمارا فکر ہمارے طرز زندگی سے متضاد ہے، ان تضادات نے ملت اسلامیہ کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی کسی طور نہیں ہوسکتی، کسی عارف سے پوچھا گیا کہ مسلمانوں کی زبانوں میں وہ اثر کیوں نہیں جس سے غیر مسلم متأثر ہوتے تھے، جواب دیا گیا

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لاَ تَفْعَلُوْنَ تم وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں مطلب یہی ہے کہ آج مسلمانوں کے دلوں اور زبانوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے، رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔

علامہ رشید رضا مصری نے اپنے خطاب میں برصغیر کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''اس برصغیر کی عظیم اکثریت کے سامنے یہاں کے علماء نے اسلام کو بحیثیت دین پیش کرنے کی پچھلے ایک ہزار سالہ دور میں کماحقہ کوشش نہیں کی اس کا نتیجہ ہے کہ ہزار سالہ اقتدار کے باوجود آج ہندوستانی مسلمان غیر مسلموں کے سمندر میں ایک جزیرہ اور ٹاپو کی حیثیت رکھتے ہیں ،اس وقت بھی اگر انہوں نے دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام کے طریقہ کو پوری اہمیت اور قوت کے ساتھ انجام نہ دیا تو یہاں کی مسلم اقلیت کا مستقبل سخت خطرہ میں ہے،علماء کی خاص طور پر یہ ذمہ داری ہے اور وقت کا تقاضا ہے''۔

قرآن کریم نے بالکل صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقہ سے ان سے مناظرہ کرو۔

ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات اور قرآن کریم کے مطالبات اور تقاضوں سے سب سے پہلے خود واقف ہونا ضروری ہے اس کے بعد جن افراد، اشخاص، ماحول اور معاشرہ میں داعیانہ خدمات انجام دینی ہیں وہاں کے مزاج سے واقفیت اور مخاطب کی رعایت ضروری ہے اس سلسلہ میں اس وقت چند ضروری اور بنیادی نکات اختیار کرنے کی ضرورت ہے

مثلاً عامۃ المسلمین اور ان کے تمام گروہوں میں ایمان کی قوت کو بیدار کرنا، مذہبی حقائق، دینی تصورات کو تحریف اور عصر حاضر کے مغربی تصورات سے محفوظ رکھنا، سرور کائنات ﷺ سے روحانی جذباتی اور قلبی تعلق میں پختگی پیدا کرنا، تعلیم یافتہ طبقات بالخصوص میڈیا (چاہیے الکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا) پر حاوی افراد کے درمیان اسلام کے اعتماد کو بحال کرنا اور اپنے قول وعمل اور کردار وافعال اور دلائل وبراہین سے قائل کرنا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو پوری انسانی آبادی کی قیادت کرسکتا ہے، مغربی نظام تعلیم جو عالم اسلام میں رائج ہے،

اس کا بنظر غائر جائزہ لے کر اسے ایسے قالب میں ڈھالا جائے کہ مسلم اقوام کے قد وقامت پر راست آجائے اور اسلامی عقیدہ وپیغام سے ہم آہنگ ہوکر اسلامی صفات وخصوصیات آشکارا ہوسکیں نیز مادی والحادی عناصر سے پاک ہوتا کہ کائنات کا صرف مادی تصور اس کے سامنے نہ ہو، اسلام کو مغربی معاشرے اور تہذیب کی صحت مندی کے لئے ایک اہم علاج کے طور پر پیش کیجئے، توحید الٰہی کو پورے اعتماد ویقین کے ساتھ مخاطب کے ذہن نشیں کیجئے، مغربی معاشرہ کو اسلام کے خاندانی نظام کی خوبیاں بتائیے، اسلام کے نشہ کیے سلسلہ میں کیا تعلیم دی ہے، اس کے دوررس فوائد سے آگاہ کیجئے، نسل پرستی، قومی عصبیت، رنگ ونسل اور ذات پات کی بنیاد پر کسی کو کوئی تفوق حاصل نہیں ہے،

تفوق تو صرف تقویٰ پر ہے یہ بات مغربی اقوام کو سمجھائیے، اپنے طرز وعمل سنت وشریعت کے مطابق رکھئے کہ یہی سب سے بنیادی چیز ہے، اسلامی مفکرین، اسلامی حکومتوں اور مسلم سوسائٹیوں کا یہ

بھی فرض ہے کہ وہ باریک بینی کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا تمدن تشکیل کریں جو مغرب کی کورانہ تقلید بغیر پلاننگ کے سرسری اقدام اور احساس کمتری کے آثار سے یکسر پاک وصاف ہو، مغربی تہذیب وتمدن پر اسلامی چھاپ اور اسلامی تعلیمات کے گہرے نقوش ثبت کرنے کی کوشش کی جائے ، ناکارہ اور بانجھ اسلامی ممالک کے سربراہان کو اسلامی تقاضوں سے روشناس کرایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ وہ جس کو سیاست سمجھ رہے ہیں وہ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی، غیر مسلم ممالک میں بھی اسلام کی دعوت اور اس کا تعارف حکمت وبصیرت کے ساتھ جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جن ممالک میں مسلمان برائے نام ہیں، وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے کردار، افعال، اخلاق اور روزمرہ کے معمولات سے دوسروں پر ثابت کریں کہ وہ مسلمان ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کو اسلامی کی تعلیمات نے کس طرح غیروں پر امتیاز وتفوق بخشا ہے، ہر داعی کو بلندئ کردار، عزمِ جواں، طبع جولاں اور فکر رواں رکھنے کے ساتھ دوررَس طبیعت، سلیم الطبع مزاج، بلند حوصلگی اور اخلاق فاضلہ سے لیس ہونا ضروری ہے،

مذکورہ باتوں کے علاوہ ہر ایسی اچھائی اور خوبی جو اسلام کی نشر واشاعت کا ذریعہ بن سکتی ہو اس کو اختیار کیا جائے اور یہ تصور اپنے دل ودماغ میں بسالیا جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہر شخص سے سوال کیا جائے گا

کہ اس نے اپنی ذمہ داریوں کو کہاں تک نبھایا ہے ان ذمہ داریوں اور عنداللہ مسئولیت سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان کمر ہمت باندھ کر اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر دعوتی میدان میں اتر جائے۔

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو، رہ وَر بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
وائے نادانی کہ تو محتاج ساقی ہوگیا
مے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو

رحمت عالم ﷺ کا پیش کردہ نظام حیات

مولانا ظفیر الدین صاحب

آج دنیا ایک ایسے نظام حیات کے لئے سرگرداں ہے جو اسے تمام شعبہ جات زندگی میں طمانیت کی دولت وافر عطا کردے اور جس نظام اجتماع وتمدن میں عدل ومساوات کی حکمرانی ہو، جہاں افراط وتفریط کو چھوڑ کر اعتدال وتوازن قایم ہو انسانیت کا احترام واکرام ہو دھرم اور مذہب کے نام پر فتنہ وفساد کی گرم بازاری نہ ہو نظام معیشت میں ہمواری ہو اور طبقات انسانی میں کوئی طبقہ افلاس کے قدموں میں کچلتا ہوا نظر نہ آئے معاشرتی زندگی پاکیزہ اور بدکرداریوں سے پاک ہو اور تمام انسانوں کی عفت وعصمت کا مکمل تحفظ ہو۔

بلا شبہ دنیا میں اس وقت تک ہزاروں مصلح اور پیغمبر تشریف لائے اس میں بڑے بڑے انقلابیوں اور راہ نماؤں نے جنم لیا اور انسانیت کی فلاح ونجاح کے نام پر اصلاح کی سعی کی مگر اس عظیم الشان جماعت میں جو ہمہ گیر نظام حیات رحمت عالم ﷺ نے پیش کیا وہ اور کہیں نظر نہیں آتا ہم آپ کے سامنے آنحضرت ﷺ کی زندگی اور آپ کے پیغام کا خلاصہ سرسری طور پر پیش کرتے ہیں۔

چالیس سال اپنوں میں:۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال کی عمر اپنے آبائی ماحول میں گزاری اس عرصہ میں آپ نے تجارت کی ازدواجی زندگی گزاری، بڑوں اور چھوٹوں میں رہے اور عرب اور شہر مکہ کی ہی تہذیب وتمدن میں پرورش پاکر جوان ہوئے مگر سوال یہ ہے کہ ان کی اس چالیس سالہ زندگی پر کسی کو کوئی جائز اعتراض ہوا؟ کسی نے آپ کے اعمال واخلاق کا کوئی گلہ اور شکوہ کیا؟ آپ کے رہن سہن اور اپنوں کے ساتھ احترام وکرام اور محبت وشفقت پر کسی نے کوئی حرف گیری کی؟ انسانی لغزشوں اور کذب وافترا کی کسی نے ایک مثال پیش کی؟ ظلم وستم اور جور وتعدی پر کسی کو نالاں پایا؟ مختصر یہ ہے کہ آپ کی زندگی کے کسی شعبہ پر کسی ایک متنفس کو بھی بشرطیکہ وہ قابل اعتماد اور منصف ہو، شکوہ سنج نہیں پائیں گے بلکہ اس کے برعکس نظر آئے گا تو یہ کہ پورے مکہ والوں کی زبان پر رحمت عالم ﷺ کے لئے امین اور صادق کے پاکیزہ لفظ کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ نہیں ہے۔

زندگی کے تیس سال مکہ اور مدینہ میں:۔ اب چالیس سال بعد باایں ہمہ اعتماد و اعزاز جب توحید کا لفظ زبان وحی ترجمان پر آتا ہے تو مکہ والوں میں ایک عجیب شورش پیدا ہو جاتی ہے اور مکہ کی تیرہ سال کی زندگی کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے غیر ہو گئے مجلس احباب بزم اعدا میں تبدیل ہو گئی چچا پیچھے پڑ گئے اہل خاندان نے حمایت سے انکار کر دیا سردارانِ قریش نے دباؤ ڈالنے کی سعی کی، قوم تند مزاجی اور درشت خوئی سے پیش آئی، قریش نے سخت وسست کہا، قتل نبی کے پے در پے جدو جہد کی گئی صحابہ کرام پر مشق ستم جاری رہی، مسلمان خواتین کو زخم لگایا گیا، صاحبزادی کو ہجرت حبشہ پر مجبور ہونا پڑا منافقوں نے مذاق اڑایا شانہ مبارک پر غلاظت ڈالی گئی، گردن مبارک میں پھندا ڈالا گیا، محمد ﷺ کی جگہ مذمم سے خطاب کیا گیا، شعب ابی طالب میں قید کر کے ترک موالات کیا گیا، جسم اطہر لہولہان کیا گیا۔ معراج کی تکذیب کی گئی فریب دینے کی کوشش کی گئی بیہودہ مطالبات کئے گئے، اور بالا آخر ہجرت پر مجبور کیا گیا، ہجرت کر کے نکلے تو تعاقب کیا گیا، گرفتاری پر انعام واکرام کا اعلان کیا گیا، اور کاشانہ نبوی پہرہ لگایا گیا جو چند گنے چنے مسلمان ہوئے تھے سب نے وطن عزیز کو سلام رخصت کیا اور مدینہ منورہ جا پہنچے۔

مدینہ منورہ پہنچے تو تعمیری کام کی طرف توجہ دی مگر مدینہ کی دس سال کی زندگی میں آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یہود و منافقین اور کفار مکہ سے چھوٹی بڑی ۷۴ لڑائیاں لڑنی پڑیں، عزیز چچا اور رفیقہ حیات کی موت کا غم مکہ میں اٹھا چکے تھے یہاں بھی کتنے عزیزوں کی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑ پھر صحابہ کرام کی اچانک شہادت کا رنج والم، حضرت حمزہؓ کی شہادت کا صدمہ عظیم اور ان کی لاش کے ساتھ و حشیانہ سلوک درد اور دوسری اذیتیں علاوہ ہیں۔

تعلیمات نبوی:۔ ۲۳ سال کی مختصر مدت اور مصائب اور دوسری مصروفیتوں کا یہ ہجوم مگر بتانا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باایں ہمہ افکار و مصائب دنیا کو کیا تعلیمات دیں، ان کی کیسی اصلاح کی ان کے انتشار و تشنت کو کیوں کر دور کیا، سالہا سال کی جنگ کو صلح اور آشتی سے کیسے بدلا اور کچلی ہوئی انسانیت کو بام رفعت تک کس طرح پہنچایا،

انسانیت کا مقام:۔ انسانیت دم توڑ چکی تھی اور آدمیت رسوا ہو رہی تھی رحمت عالم ﷺ پہلے شخص تھے جنہوں نے عیسیٰؑ کے بعد انسانوں کو ہدایت کی مشعل دکھائی اور بتایا کہ ساری کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے زمین و آسمان چاند و سورج سب انسان کے اطاعت گزار ہیں، دنیا کی تمام چھوٹی بڑی

چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے ہیں، انسانیت کا مقام سب سے بلند اور عظیم الشان ہے آپ نے اعلان کیا" سخرلکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمرہ ان فی ذالک لآ یات لقوم یعقلون " اور تمہارے کام میں اس نے رات دن سورج اور چاند کر لگا دیا ہے اور ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہیں اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں"۔ انسانوں کو توہم پرستی سے نکالا، اور بتایا کہ انسان اپنی خلقت میں سب سے اشرف ہے خوبصورتی اور وضع قطع میں دنیا کی کوئی چیز انسان کے مد مقابل نہیں ہے رحمت عالم ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے اعلان فرمایا:" لقد خلقنا الا نسان فی احسن تقویم " بے شعبہ ہم نے آدمی کو بہترین انداز ے پر بنایا"۔

مرکزیت واجتماعت: ۔انسان میں خوداعتمادی پیدا کی اور بتایا کہ تم سے اوپر کوئی ہے تو وہ صرف خدا کی ذات ہے اور تم اسی کی پرستش کے لئے پیدا کئے گئے ہو وحی محمدی نے اعلان کیا" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون "اور میں نے آدمی اور جن کو پیدا کیا سوا اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ۔اور پھر انسان کا مرکزی نقطہ اسی ایک ذات کو قرار دیا جس نے کائنات کو وجود بخشا اور اسی مرکز پر لا کر سب میں یگانگت اور اتحاد پیدا کیا انتشار و تشتت کو دور کیا اور سب کے لئے "لا الہ الااللّٰہ ،محمد رسول اللّٰہ " کی تصدیق واقرار دیا جس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجایش نہیں۔

"یاآھل الکتاب تعالوا الا کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لا تعبد الا اللّٰہ ولا تشرک بہ شیئاًوّلا یتخذ بعضنا بعضاًأرباباً من دون اللّٰہ "اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور اللہ کے سوا کوئی کسی کو ہم میں رب نہ بنائے۔کلمہ توحید میں "محمد رسول اللّٰہ " کا کلمہ شریک کیا گیا، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی بے کسی کا بیسیوں جگہ اعلان کیا اور اپنی عبدیت کو کبھی بھی الوھیت کے درجہ میں لانے کی سعی نہیں فرمائی بلکہ بے شمار موقعوں پر تاکید فرمائی کہ میں اس کا محض ایک بندہ اور رسول ہوں، اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں۔" قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیَ انما الھکم الہ واحد " تو کہہ میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے"۔یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ کوئی آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، کسی نے غیب داں بتایا تو

اسے روک دیا کہ اس طرح مت کہو، یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے کیسی زندگی گزاری پتھر اٹھائے، خندق کھودی، لکڑی توڑی رات رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خود ڈرتے رہے الوہیت کا مسئلہ جب اجاگر ہوگیا تو نظام اجتماع کی بنیاد ڈالی اور اپنے ہر عمل سے توحید کا مظاہرہ کیا۔

نظام اجتماع:۔ دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی اور ہر بالغ مرد وعورت پر یہ فریضہ ضروری قرار دیا گیا نماز کے اوقات متعین کیئے اور سب کے لئے ایک ہی وقت مقرر کیا فرض نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کے نام سے ایک خاص گھر بنوایا گیا، پھر جماعت کی نماز جس کو عذر شرعی نہ ہو اس پر ضروری قرار دی اسی کے ساتھ اس میں ایک شخص کو امام اور بقیہ کو مقتدی قرار دیا اور اس طرح یہ نماز روزانہ اجتماعی زندگی کے لئے راہ عمل قرار پائی اس میں اخوت ومساوات کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہر روز ہر محلّہ اور گاؤں کی مسجد میں یہ اجتماع ہوتا ہے ہفتہ میں تمام محلوں کو ایک جامع مسجد میں جمع کر دیا سال میں شہر اور دیہات کو عیدگاہ میں لاکر اکٹھا کر دیا اور سال کے اخیر مہینہ میں مسجد حرام کے ذریعہ سارے مسلمانوں کو یکجا کر دیا گیا ان اجتماعوں میں سے کسی میں بھی امیر وغریب شاہ وگدا اور شریف ووضیع کا امتیاز باقی نہیں رکھا گیا بلکہ سب کو ایک صف میں ایک گھر کے اندر ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا گیا یہ عملی عبادت آج بھی کسی نہ کسی درجہ میں قایم ہے اس لئے مزید توضیح اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیاوی زندگی میں ایک امیر کی امارت ضروری ٹھہرائی گئی خلیفۃ المسلمین امام منتخب ہوا اس کی اطاعت اگر اکثیت نے اسے منتخب کرلیا ہے ضروری ہے اس سے انحراف جرم اور معصیت ہے خلیفہ خود بھی احکم الحاکمین کے حکم کے تابع ہوگا اسے کسی الٰہی قانون میں دم مارنے کی گنجائش نہیں نماز کے متعلق رب العزت کا ارشاد ہے۔

"وارکعو مع الراکعین" "اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو"۔ مسجد میں ادا کرنے کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔ "واقیموا وجو هکم عند کل مسجد واد عوه مخلصین له الدین" "تم سب اپنا چہرہ ہر مسجد کے پاس سیدھا کرو اور اس کو خالص اسی کا فرمانبردار ہوکر پکارو"۔ جامع مسجد کے نظام اور ہفتہ وار اجتماع کے باب میں قرآن نے پکارا" یاایھا الذین امنو ا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعة فا سعو ا الی ذکر اللّٰه وذرو البیع" اے ایمان والوں نماز جمعہ کی جب اذان پکاری جائے

تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیچنا چھوڑ دو۔ سالانہ اجتماع کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " واذن فی الناس بالحج یا توك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق " اور حج کے واسطے لوگوں کو پکار دو کہ تری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر تری طرف آئیں تمام دور راہوں سے آئیں۔

امامت کے لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" اذا کونو اثلثة فلیؤ مهم احد هم واحقهم بالا مامته اقرأهم " جب تین شخص ہوں تو ان میں ایک کو ان کی امامت کرنی چاہئے اور ان میں مستحق امامت سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہے"۔ امام کی اقتدار اور پیروی کی تاکید فرمائی۔" انما جعل الامام لیوتم به " امام تو بس اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے"۔ یہ چیزیں اس لئے پیش کی جا رہی ہیں کہ غور فرمائے کہ ان میں کہیں بھی ایسا لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے جس سے نیچ اونچ کو بو آتی ہو شریف اور کمینہ کی بات معلوم ہوتی ہو شودر اور برہمن کر تفریق ہو اور پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ یہ نظام کیس تدریجی اور کتنا مرتبط اور ٹھوس ہے۔

خلافت ارضی کے متعلق اعلان ہوا" ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون " اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا ہے کہ بالآخر زمین پر مرے نیک بندے مالک ہوں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا" وعداللّٰہ الذین امنو امنکم وعملو الصالحات لیستخلفنهم فی الارض " اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے کہ البتہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیں گے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی۔ " اسمعوا و اطیعو اوان ولی علیکم عبد حبشی ذوربیة " کہ سنو اور فرنبرداری کرو گو تم پر کسی حبشی بدصورت غلام کو والی بنا دیا جائے"۔ طریق انتخاب کے متعلق ارشاد فرمایا گیا " امرهم شوریٰ بینهم " وہ آپس کے مشورہ سے کام کرتے ہیں"۔ یہاں بھی بار بار غور کیا جائے کہ رحمت عالم ﷺ نے خلافت ارضی کے متعلق جو طریقہ اختیار فرمایا اس میں کہیں ذات پات اور زور زبردستی کی گنجائش ہے؟ کہیں بھی مساوات کا دامن ہاتھ سے چھوڑا گیا ہے؟ صرف صلاحیت اور ایمان وجہ استحقاق ہے اور انتخاب کا معاملہ باہمی مشورہ پر ہے جو منتخب ہو گیا اس کی اطاعت سب پر ضروری قرار دی گئی۔

نظام مساوات:۔ اسلام کی نظام اجتماع دیکھ چکے اب دیکھئے آپ نے مساوات کا کیسا نظام قایم فرمایا جو

کچھ عرض کیا جا رہا ہے اسے گہری تنقیدی نگاہ سے ملاحظہ کیجئے، رحمت عالم ﷺ نے اعلان فرمایا۔" انما المومنون اخوۃ " سارے مسلمان تو بس بھائی بھائی ہیں"۔اس کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا" لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لا بیض علی اسود و لا لا سود علی ابیض الآ بالتقوی ، الناس من آدم و آدم من تراب " نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کالے پر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر مگر اصل تقوی ہے تمام لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔علاوہ ازیں خود قرآن پاک کے ذریعہ وضاحت فرمائی " یاایھا الناس اتقو اربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجا لا کثیر ا و نساء " اے لوگو، تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں و عورتوں کو پھیلایا"۔"یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعو با وقبائل لتعار فو اان اکرمکم عند اللہ اتقکم " اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتوں اور قبیلوں کو رکھا تا کہ تمہارے آپس کی پہچان ہوا اور اللہ کے نزدیک تم میں باعزت وہی ہے جو بڑا متقی ہے دین کے معاملہ میں نسب و نسل کے بت کو پاش پاش کر ڈالا اور شرافت اور بزرگی اتقاء اور خدا ترسی کو قرار دیا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت زیدؓ کی شادی جو نسباً غلام تھے حضرت زینب بنت جحشؓ سے کی اور اس کا تذکرہ قرآن پاک میں محفوظ کر یا رحمت عالم ﷺ نے فرمایا " ان اولیائی المتقون حیث کا نوا واین کانوا" مرے ہم کنبہ وہ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو"۔اس نظام مساوات میں کہیں سے کوئی خامی نظر آتی ہے؟ ایک منصف مزاج کا جواب اس کے سو کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام کا نظام مساوات کلاً و جزءاً بے داغ ہے۔

نظام عدل وانصاف:۔دنیا میں شور بپا ہے کہ عدل وانصاف کی روشنی بجھتی نظر آتی ہے یورپ جو اس وقت دنیا میں سے سب سے بڑا متمدن خطہ ہے وہ ساری ترقی وتہذیب کے باوجود اب تک گورے اور کالے کی تفریق کرتا ہے اور قانون میں جو رعایت گورے کی اس نے دی ہے کالے کو اس سے محروم رکھا ہے اپنوں کے لئے جو لطف وکرم ہے غیروں کے لئے نہیں مگر رحمت عالم ﷺ کا نظام عدل وانصاف ملاحظہ فرمایئے کہیں اس میں رو رعایت نظر آتی ہے؟ نظام مساوات کے ضمن میں آپ نے عدل کی جلوہ گری

دیکھ لی اب غور فرمایئے کہ اپنوں سے نہیں غیروں کے ساتھ عدل وانصاف کا کیا برتاؤ روا رکھا گیا ہے بڑے بڑے عادل یہاں پہنچ کر جوش عصبیت میں مبہوت نظر آتے ہیں اور قوانین میں ہمواری باقی نہیں رکھتے مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی بھر اس میں افراط اور تفریط نہیں کی اور دوست دشمن دونوں کے ساتھ برابر کا سلوک کیا، عدل وانصاف کے قوانین کا اعلان فرمایا اور آج نہیں جبکہ اس کا عام شور بپا ہے بلکہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے جب کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا۔

" یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط " اے ایمان والوں! اللہ کے واسطے انصاف کرو"۔ " لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ" کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑ وعدل کرو کہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب یہی بات ہے۔ جور وتعدی پر جب حالات مجبور کر رہے ہوں انسانی عقل وفہم عدل وانصاف کا ساتھ نہ دے رہی ہو اس وقت بھی حکم ہے کہ انصاف کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے کیونکہ اسلام کی محبت وعدوات دونوں جچی تلی ہوتی ہیں کسی موقع پر بے قابو ہونے کی اجازت نہیں ہے اگر کوئی بے قابو فرض کر لیجئے ہو جائے تو حکم یہ ہے کہ اس کی اس سلسلہ میں ہرگز امداد نہ جائے بلکہ اس کے لئے سب مل کر نیکی اور تقوی کا اس طرح اظہار کریں کہ وہ بے جا غیظ وغضب پر شرمندہ ہو کر راہ رست پر آجائے" لا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن السمجد الحرام ان تعتدوا و تعاونوا علی البروالتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب" اس قوم کی دشمنی جو تم کو حرمت والی مسجد سے روکتی تھی اس کا باعث نہ ہو کہ زیادتی کرنے لگو آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ کا عذاب سخت ہے"۔

انصاف کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد کبھی معاملہ سنگین آجاتا ہے احترام واکرام اور محبت وشفقت ارادوں جنبش پیدا کر دیتی ہے اس وقت بھی اجازت نہیں ہے کہ عدل کا دامن تار تار کیا جائے ارشاد رب العزت ہے۔ " یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین " اے ایمان والو! انصاف پر قایم رہو اللہ جیسی گواہی دو گو تمہارا یا تمہارے ماں باپ کا اور یا تمہارے قرابت والوں کا نقصان ہو"، یہ اعلان ہی اعلان نہیں ہے عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ کے زمانہ کی تاریخ پڑھ جائے وہاں عمل ہی عمل ملیں گے آپ پڑھیں گے کہ مسلمان اور

یہود کا مقدمہ پیش ہوا اور فیصلہ یہود کے حق میں ہوا تفصیل میں چونکہ جانا نہیں ہے اس لئے واقعات کی تفصیل چھوڑتا ہوں۔

نظام جنگ اور انتقام:۔ جنگ اور انتقام کا نام ہی خوفناک ہے یہاں اعتدال کا نام شاید کہیں نظر آئے اگر یقین کے ساتھ اعتدال دیکھنا ہو تو اسلام کی تاریخ پڑھئے کہ اسلام نے نظام جنگ کتنا پاکیزہ ترتیب دیا اور انتقام کے لئے کتنا جاذب نظر اور دل نشین اصول مرتب کیا ہے جزا اور سزاء کے متعلق رب العزت کا ارشاد ہے کہ درگزر سے کام لیا جائے اور اگر بدلہ ہی لینا ہو تو برابر اور ویسا ہی ہو۔ " جزاء سيئةٍ سيئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره على الله انه لا يحب الظالمين" برائی کا بدلہ برئی اسی کے برابر ہے پھر جو معاف کرے اور صلح کرے تو اس کا اللہ کے پاس سے ثواب ہے بیشک اس کو زیادتی کرنے والے پسند نہیں، دوسری جگہ فرمایا اور کیسے دل نشین انداز میں فرمایا کہ کوئی سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے ساتھ رفق و ملاطفت سے پیش آنا چاہئے " لا تستو ى الحسنة و لا السيئة ادفع بالتى هى احسن فاذا لذى بينك وبينه عداوة كانه ولى حميم وما يلقها الا الذين صبروا وما يلقها الا ذو حظ عظيم " نیکی اور بدی برابر نہیں بدلہ میں ایسی بات کہو جو اس سے بہتر ہو پھر ایسا ہو کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا گہرا دوست قرابت والا ہے اور یہ بات انھی کو ملتی ہے جو تحمل رکھتے ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی جس کی قسمت بڑی ہے۔

عفو درگزر کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔" وان تعفوا و تصفحو افان ذالك من عزم الا مور " اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو تو بے شک یہ عزیمت کی بات ہے"۔ جنگ و قتل کے متعلق فرمایا کہ بچوں بوڑھوں عورتوں اور جو خدا کی یاد میں گوشہ نشین ہوں ان کو نہ چھیڑو۔ " وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتد واان الله لا يحب المعتدين " اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور کسی پر زیادتی نہ کرو اللہ تعالیٰ بے شک زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اسلام نے کہیں بھی زیادتی اور جور و ظلم کو پسند نہیں کیا صلح و سلامتی اسلام کے قوام میں داخل ہے انتقام مکافات کے سلسلہ میں اس نے بہادری اور احتیاط کی تعلیم دی ارشاد ہوا کہ جو ہتھیار ڈال دیں اور صلح کے لئے آمادہ ہو جائیں ان پر زیادتی نہ کرو۔" ان اعتز لو كم فلم يقاتلو كم والقوا اليكم السلم فما جعل الله لكم عليهم سبيلا "سو اگر وہ تم سے علیحدہ رہیں پھر تم سے نہ لڑیں اور صلح پیش

کریں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر راہ نہیں دی''۔ جہاں جاؤ وہاں خوب غور وفکر کو کام میں لاؤ بغیر سوچے سمجھے کوئی کام عجلت میں نہ کر ڈالو قتل وخونریزی کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لئے اسے خوب اچھی طرح تحقیق کرلو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔'' یا ایھا الذین امنو اذا ضر بتم فی سبیل اللّٰہ فتبینوا '' اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب سفر کرو تو تحقیق کرلیا کرو''۔ پھر بے رحمی کو بھی راہ نہیں دی ہے اگر کوئی زبان سے ایسا کلمہ کہے جو اس کے با ایمان ہونے کو بتاتا ہو یا اطاعت کا اعتراف کرلے تو اس کو معاف کردیا جائے۔'' ولا تقولو المن القی الیکم السلام لست مومنا '' اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں''۔

فیصلہ تو ظاہر عمل پر ہے باطن کی ذمہ داری حاکم کے ہاتھ میں نہیں ہے اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور فیصلہ جو بھی ہو انصاف کے ساتھ ہو افراط وتفریط سے پاک اعتدال پر حکم ہے ارشاد ربانی ہے '' واذا حکمتم بین الناس ان تحکمو ابا لعدل '' اور تم لوگوں میں جب فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو''۔ اس حکم سے سرمو تجاوز کی اجازت نہیں تاریخ اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی آنحضرت ﷺ نے اجازت نہیں دی غزوۂ اُحد میں جس خاتون نے حضرت حمزہؓ کی کچی کلیجی نکال کر چبائی تھی، حضرت ابو دجانہؓ نے اس کے سر پر تلوار اس غزوہ میں رکھ کر اُٹھائی تھی کہ آنحضرت کی اجازت نہیں ہے کہ عورتوں پر تلوار چلائی جائے

رحمت عالم ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا تھا جس کا سردار حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا ابھی لشکر روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ وفات فرما گئے چنانچہ صدیق اکبرؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو اسے روانگی کا حکم فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت اسامہؓ کو روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحتیں فرمائیں'' دیکھو خیانت نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، مال نہ چھپانا، کسی کے اعضا کو نہ کاٹنا ، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجور کے درختوں کو نہ جلانا، پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا، اور کھانے کی ضرورت کے سوا کسی بکری، گائے یا اونٹ کو نہ کاٹنا، تمہارا اگزر ایک قوم پر ہوگا جو دنیا کو چھوڑ کر اپنی خانقاہوں میں بیٹھی ہوگی تم اس سے تعرض نہ کرنا'' پھر دنیا جانتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جنگ کے معاملہ میں یہ دستور تھا کہ پہلے مخالفین پر اسلام کی دولت پیش فرماتے اگر اس پر راضی نہیں ہوتے تو جزیہ کا مطالبہ ہوتا جس کا ماحصل یہ تھا اسلام کی حکومت تسلیم کرلی جائے اور اس کے بعد آخری درجہ میدان کا

رزار کا ہوتا، ذمیوں کی تاریخ پڑھی جائے کہ وہ اسلامی حکومت میں کتنے آرام وعافیت کی زندگی گزارتے تھے ان کی عزت وآبرو کتنی محفوظ ہوتی تھی یہ تھا رحمت عالم ﷺ کا نظام جنگ اور اصول انتقام آج تو بہت سے لوگ اسلام کی رحمتیں عام ہو چکی ہیں یہ کہتے نظر آئیں گے کہ جنگ میں وحشت و بربریت نہیں ہونی چاہئے مگر اس وقت تو کسی کے وہم بھی بھی ایسی بات نہیں تھی جب آنحضرت ﷺ یہ نظام جنگ مرتب فرما کر پیش کر رہے تھے۔

نظام معیشت:۔ دنیا میں تہلکہ مچا ہوا ہے کہ انسانوں میں ایسا نظام عمل ہونا چاہئے کہ سارے انسان پیٹ بھر کھائیں، پہننے کیلئے ان کو کپڑا میسر ہو اور رہنے کے لئے گھر ہوں پیٹ کے نام پر بے شمار تحریکیں اٹھتی رہتی ہیں گو نتیجہ کے اعتبار سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جو نظام معیشت پیش فرمایا اس میں کوئی بھی بھوکا ننگا، اور بے گھر نہیں رہ سکتا اس کی عملی مثال خلافت راشدہ کا دور خلافت موجود ہے۔ اسلام میں زکوۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور ارکان خمسہ میں ایک زکوۃ بھی ہے خدا سے ڈرنے والوں کی صفتوں میں ایمان بالغیب کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا۔" ومما رزقنھم ینفقون " اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دیا، اس سے خرچ کرتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" اقیمو الصلاۃ واتوالزکوۃ " نماز قایم کرو اور زکوۃ دیا کرو''۔ قرآن میں بیسیوں جگہ اس کی تکرار ہے اور یہی وہ زکوۃ ہے جس کے بند کر دینے پر صدیق اکبرؓ نے تلوار اٹھائی تھی وہ سب کچھ ماننے اور کرنے کو آمادہ تھے مگر صرف یہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد زکوۃ نہیں دیں گے بہت سے صحابہ کرام اس موقع پر پس وپیش میں تھے کہ وہ کلمہ اسلام پڑھتے ہیں پھر صرف زکوۃ کے بند کر دینے پر ان کیخلاف تلوار کس طرح اٹھائیں مگر صدیق اکبرؓ کی عزیمت اور ان کے بیان سے سبھوں کا سینہ کھلا اور سب نے متفقہ طور پر طے کیا کہ جو زکوۃ بند کر دے اس سے لڑنا ضروری ہے اور لڑے، صدیق اکبرؓ کی اسی سوچ پر امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں " ابو بکر یوم الردۃ مقام الانبیاء " ارتداد کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ نے نبیوں کا سا کام کیا، بخاری اور مسلم دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ جو کہتے ہیں ان سے قتال کس طرح کیا جائے گا اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا:" واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ فان الزکاۃ حق المال واللہ لو منعونی مقالا ---لقاتلتھم علی منعہ" خدا کی قسم میں ان سے ضرور قتال

کروں گا جو نماز و زکوۃ کی فرضیت میں تفریق کرے گا کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے بخدا اگر کوئی مجھ کو زکوۃ کا ایک عقال (چھان) بھی نہ دے گا اس کے روکنے پر بھی ان سے لڑوں گا''۔اس واقعہ سے اہمیت کا اظہار ہے کہ عمل بھی اس پر کس قدر ضروری ہے ورنہ قرآن پاک میں جس قدر تاکید ہے وہی بہت کافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''خذمن اموالهم صدقة تطهرهم بها و تزكيهم '' ان کے مالوں سے زکوۃ لے، کہ تو ان کو پاک کرلے اور اس کی وجہ سے ان کو بابرکت کرے''۔اور اس زکوۃ کا منشا یہ ہے کہ مالداروں سے لے کر حاجتمندوں پر خرچ کی جائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''ان اللہ افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيا ئهم و تر د علی فقر ائهم متفق عليه '' بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے کہ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے حاجتمندوں کو دی جائے''۔زکوۃ پر چالیس روپے میں ایک روپیہ غلہ میں اگر سینچائی نہیں لگی ہے تو دس من میں ایک من یعنی دواں حصہ جسے اصطلاح میں عشر کہتے ہیں اور اگر سینچنا پڑا ہے تو اس میں نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصہ اسی طرح ہر پائدار چیز میں زکوۃ ہے جس کی تصریح فقہانے بتائی ہے تفصیل فقہ اور حدیث کی کتابوں میں دیکھی جائے۔

غور فرمایئے صرف زکوۃ اور عشر کی رقم کتنی ہوگی، پورے ملک میں جتنا غلہ پیدا ہوتا ہے اس کا دسواں اور بیسوان حصہ غریبوں کے نام پر نکل جائے گا اور نقد رقم کا چالیسواں حصہ محتاجوں کو مل جائے گا علاوہ ازیں قرابت داروں کا حق ہے پڑوس کا حق ہے اور دوسرے حقوق ہیں جن کی تاکید حدیث کی کتابوں جگہ جگہ ہے پھر سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے میراث کے خدائی قانون کا اعلان فرمایا سود کو حرام قرار دیا، فریب اور کذب کی کمائی سے منع فرمایا رشوت کو ناجائز بتایا اور دوسرے ناجائز شعبوں پر پہرہ بٹھا دیا، اسی کے ساتھ اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر تمام ضروری مدات کی وصولی اور تقسیم کے بعد بھی کچھ لوگ بھوک مر رہے ہوں اور کچھ لوگوں کے پاس ضرورت سے زیادہ غلہ اور رقم ہو تو خلیفہ وقت مالداروں سے فاضل چیز لے کر مفلسوں اور بھوک مرنے والوں پر خرچ کرے،

اس سے بڑھ کر بہتر اور مکمل نظام اور کیا ہو سکتا ہے کمیونزم میں بھی بالکلیہ مساوات نہیں ہے، ورنہ کاشتکاری نہ ہو کارخانے نہ چلیں بار برادری کا کام انجام نہ پائے ایک کاشتکاری کرنے والا صدر جمہوریہ جیسا آرام نہیں پاسکے گا اور اس جیسی عزت حاصل نہ کرسکے گا پھر کمیونزم میں قوت کارکردگی مردہ

کردی جاتی ہے لوگوں میں کمانے اور محنت کا صحیح جذبہ باقی نہیں چھوڑا جاتا ، اسلام کا نظام ان تمام خامیوں سے پاک ہے۔

نظام عفت وعصمت :۔رحمت عالم ﷺ نے جو نظام معیشت پیش فرمایا ہے اس میں کوئی بھوک سے نہیں مرسکتا پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا دنیا نے عفت وعصمت کی مٹی پلید کر ڈالی تھی عورتوں کی قدر ومنزلت، ذلت وحقارت میں تبدیل ہوگئی تھی ، حسب ونسب کا معاملہ پیچیدہ ہوتا جارہا تھا عصمت فروشی عام تھی رحمت عالم ﷺ نے سب سے پہلے اس کے خلاف آواز بلند کی ان کی عفت وعصمت کو بیش قیمت قرار دیا اس راستے سے جو فتنہ وفساد اٹھتے رہتے تھے ان کو بند کیا نکاح کا ایک درست طریقہ پیش فرمایا اور اس پر عمل کی تاکید کی ، زن وشو کے تعلقات کے لئے قوانین ترتیب دیئے اعلان فرمایا " وانکحو الا یامی منکم والصالحین من عباد کم واما ئکم ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ واللّٰہ واسع علیم " اپنے بے بیاہوں کا اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کردو اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا اور اللہ کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کا لب ولہجہ بتاتا ہے کہ نکاح صلاحیت کے بعد ضرور کرنا چاہئے فقر وفاقہ کا خدشہ جو نفس پیدا کرتا رہتا ہے اس طرف سے بڑی حد تک تسکین دلائی گئی ہے کہ اگر مشیت ہے تو رب العزت کوئی نہ کوئی جائز شکل پیدا کردے گا۔جس میں نکاح کی صلاحیت ہی نہ ہو نہ بالفعل ہوا اور نہ بالقوہ بلکہ وہ ہر طرح مجبور ہو اس کو عفت کی زندگی گزارنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اشارہ ہے کہ جہاں پھر صلاحیت ہو نکاح کرلے،" ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ "ایسے لوگ جن کو نکاح کی استعداد نہیں ہے ضبط کریں تاکہ اللہ ان کو پنے فضل سے غنی کردے۔نکاح ایک بڑی نعمت ہے انسان اپنی زندگی میں ماں باپ کے بعد بیوی سے ہی آرام وعافیت اور سکون اور چین حاصل کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی عفت اور عورتوں کی عصمت کا پورے طور پر تحفظ کرسکتا ہے رب العالمین فرماتے ہیں۔" ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ " اس کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی قسم سے جوڑے ، بنادیئے تاکہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس نے تمہارے آپس میں پیار اور مہربانی

رکھی‘‘۔شہوت کی جگہ حفاظت کا حکم فرمایا اور اس پر عمل کرنے والوں کو سراہا برائی سے روکا اور زیادتی کرنے والوں کی مذمت کی جہاں ایمان والوں کی فلاح کا تذکرہ ہے ان میں ان کو بھی شمار کیا گیا ہے ۔’’ والذین هم لفرو جهم حافظون الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملو مین ومن ابتغی ٰوراء ذالك فاولئك هم العادون ‘‘ جو اپنی شہوت کی کی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں ہے جو کوئی اس کے سوا کے جستجو کرے وہ حد سے بڑھنے والے ہیں‘‘۔

عفت وعصمت پر غلط تہمت لگانے والوں کے لئے اسی درے سزا مقرر کی اور اس کی گواہی کو مردود قرار دیا ’’ والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو باربعة شهداء فاجلد وهم ثمانین جلدة ولا تقبلو الهم شهادة ابدا واُولئك هم الفاسقون ‘‘ جو پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور فاسق لوگ ہیں‘‘۔زنا کار کی سخت سزا مقرر کی اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو درے اور شادی شدہ ہے اور خلوت کر چکا ہے تو اس کے لئے سنگ سار کرنے کا حکم ہے یعنی قوم کے روبرو اس کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے ’’ الزانية والزاني فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلد ة ولا تاخذکم بهما رافته فی دین اللّٰه ان کنتم تومنون باللّٰه والیوم الآ خر و لیشهد عذ ابهما طائفة من المؤمنین ‘‘ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہو تو تم کو ان دونوں پر اللہ کا حکم جاری کرنے میں ترس نہ آئے اور کچھ مسلمان ان کی سزا کو دیکھتے رہیں۔سنگسار کرنے کے باب میں حدیث میں حضرت ماعزؓ کا واقعہ مذکور ہے اور بھی بہت ساری حدیثیں ہیں رحمت عالم ﷺ نے دنیا کے سامنے کتنا عظیم الشان نظام عفت وعصمت پیش فرمایا اگر اس کے تمام شعبہ جات پر عمل کیا جائے تو ممکن نہیں دنیا میں عفت وعصمت کا تحفظ کمزور رہے اور بہت ساری بداخلاقیاں مٹ مٹا نہ جائیں۔

نظام امن وامان:۔امن وامان جو اب ایک جنس نایاب بنتی جا رہی ہے اس کے متعلق بھی رحمت عالم نے جو اصول وقوانین پیش فرمائے وہ ہر طرح مکمل ہیں ان میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے’’ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق ‘‘ اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے

مگر حق کے لئے''۔قاتل کے لئے قصاص کا حکم نافذ فرمایا یعنی مقتول کے بدلہ میں قاتل بھی قتل کر دیا جائے " یاایھا الذین امنو اکتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحرو العبد بالعبد والانثی بالانثی " اے ایمان والو مقتولوں میں تم پر قصاص برابری کرنا فرض ہے آزاد کے بدلہ آزاد اور غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلے عورت''۔اور اس کو عین زندگی بتایا کہ اس کی اہمیت اور فائدوں میں انسان غور فکر سے کام لے" ولکم فی القصاص حیاۃ یا اُولی الالباب "اور اے عقل والو! قصاص میں بڑی زندگی ہے''۔

فسادی اور ڈاکوؤں کے متعلق سخت سزا تجویز کی تاکہ امن وامان میں کبھی خلل نہ ہونے پائے جس سے ملک کی ترقی رک جاتی ہے پبلک میں خوف وہراس پھیل جاتا ہے سفر اور کہیں آنا جانا دشوار ہو جاتا ہے اور بہت ساری مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں " امنا جزاء الذین یحار بون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلو ا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفو امن الارض " ان کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دئے جائیں یا ان کے ادھر کے ہاتھ ادھر کے پاؤں کاٹ ڈالے جائیں یا ملک سے الگ کردئے جائیں''۔چور کی سزا کے متعلق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جورات کا سکون حرام کر دیتا ہے اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں" السارق والسارقۃ فاقطعو ا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالا من اللہ " یہ اور اس طرح کی بیسیوں حکم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائے جن سے امن وامان کا کامل تحفظ ہو جاتا ہے کسی کو گنجائش نہیں مل سکتی ہے کہ وہ فتنہ برپا کرے۔

نظام تعلیم:۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں جگہ جگہ علم وفضل کی ترغیب دی اور ارتقاء وعروج پر برانگیختہ کیا، دور اول میں مسلمانوں نے حکمت وتہذیب کے جو قابل تقلید نمونے پیش کئے وہ سب رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کا ادنیٰ پر تو تھا، ارشاد ہوا" ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون " کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں''۔کہیں ترغیب کا پہلو اختیار کیا اور فرمایا" وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" تم کو علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا'' دعا کے جملہ کے طور پر فرمایا گو خاص واقعہ ہی کے سلسلہ میں فرمایا" قل ربی ذدنی علماً" تو کہہ رب مجھ کو علم میں زیادہ کر''۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم وفنون کے تحصیل کی تاکید فرمائی، عالموں کی قدر ومنزلت بیان کی علم کے فضائل پر بحث فرمائی اور

مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے دل میں یہ حقیقت راسخ کی کہ علم دنیا کی بڑی نعمت اور بیش قیمت دولت ہے ارشاد نبوی ہے" فقیہ واحد افضل عند اللہ من الف عابد " ایک فقیہ اللہ کے نزدیک ہزار عباد گزاروں سے افضل ہے"۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ طالب علم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے طلبہ کے لئے ساری چیزیں دعا کرتی ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر کی تہ میں ان کے لئے دعا گو ہیں پھر اس کا جو نتیجہ ہوا وہ تاریخ میں پڑھیئے علوم وفنون کا وہ کون سا میدان ہے جہاں مسلمان نظر نہ آئے ہوں اور سائنس وفلسفہ کا کون سا شعبہ ہے جو مسلمانوں کا رہین منت نہیں، پہلے پہل تحقیقات کی تشویق مسلمانوں نے پیدا کی اور کدوکاوش اور جدوجہد کا صور رحمت عالم ﷺ کا پھونکا ہوا ہے حدیث کی کتابوں میں ایک مستقل باب "کتاب العلم" کے نام سے موجود ہے۔ عقل وفہم سے کام لینے کی ترغیب جتنی رحمت عالم ﷺ نے دی ہے شاید کسی نے دی ہو قرآن میں ہر چند سطروں کے بعد افلا یعقلون، افلا یتدبرون، لا یشعرون، لا یفقہون اور فھل من مذکر اور اس طرح کے بیسیوں الفاظ ہیں جو دماغ اور فکر وشعور سے کام لینے کی ترغیب دیئے نظر آتے ہیں اس کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔

نظام اخلاق واعمال: ۔رحمت عالم ﷺ نے اخلاق واعمال کی جو بیش بہا تعلیم دی وہ تو مخصوص آپ ہی کا حصہ ہے فرمایا:" انما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق " میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں"۔ قرآن پاک نے اعلان کیا" انك لعلى خلق عظيم " اے محمد بے شک آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں" دوسری جگہ کہا" لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم " تمہارے پاس تم ہی میں کا ایک رسول آیا ہے تم کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس پر شاق گزرتی ہے تمہاری بھلائی پر حریص ہے، ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے"۔ اپنی امت کو مخاطب کر کے فرمایا" کنتم خیرا مة اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" تم بہترین امت ہو جن کو عالم مین بھیجا گیا، اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو"۔ ہلاک ہونے والی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا" کانو لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ماکانو ایفعلون" وہ آپس میں برے کام سے نہیں روکتے تھے جسے وہ کر رہے تھے

پھر جزئی مسئلوں میں اخلاق برتنے کی تاکید فرمائی، ماں باپ کی تعظیم وتکریم کا حکم فرمایا ان کے لئے عاخیر کرنے کی تاکید کی اور خلاف ادب بات کہنے سے منع فرمایا والدین کے متعلق ارشاد ربانی ہے " لا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولا كريما " توان کو ہوں نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک اور ان سے یا ادب بات کہو"۔ باہمی تعلقات کے متعلق رحمت عالم نے ارشاد فرمایا" لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تبا غضوا اخزانا ولا يحل للمسلم ان يهجراخاه فوق ثلاث "نہ قطع رحمی کرو نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہو نہ بغض رکھو اور نہ حسد رکھو اے اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو جاؤ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادا اپنے بھائی کو چھوڑ دے"۔ ضرر رسانی اور تکلیف دہی سے منع کیا اور مکر وفریب سے سختی کے ساتھ روکا ایک دفعہ فرمایا" ملعون من ضار مومنا او مكره" اس پر خدا کی لعنت ہے جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا فریب دے"۔ جھوٹ بولنے والوں کے لئے وعید شدید بیان فرمائی اور سچ بولنے والوں کو سراہا " عليكم بالصدق فان الصدق يهدى الى البر والبر يهدى الى الجنة --واياكم والكذب فان الكذب يهدى الى الفجور والفجور يهدى الى النار " تم پر سچائی ضروری ہے کیونکہ سچ بولنا نیکو کاری کی راہ دکھاتی ہے اور نیکو کاری جنت کی اور جھوٹ بولنے سے قطعی پرہیز کرو کیونکہ جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتی ہے اور بدکاری آگ کی طرف"۔ حسن خلق کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا " خيار كم احسنكم اخلاقاً" تم میں بہتر وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے"۔

جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ سمندر میں سے چند قطرے ہیں پھر بھی گزارش ہے کہ ان مسئلوں کو گہری نظر سے مطالعہ کریں اور یہ چیز بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ تعلیمات آپ نے دنیا کے سامنے اس وقت پیش کیں جب وہ فسق ومعصیت ظلم و جبر اعصبیت و جہالت اور شر وفتن میں پھنسی ہوئی تھی ہدایت اور حقانیت کا چراغ گل ہو چکا تھا اور روئے زمین آب رحمت کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی تھی۔ سطور بالا میں اسلام کے اجتماعی، معاشرتی، اقتصادی، عمرانی اور مملکی کارناموں کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے اور اس دور میں بھی اس تابناک روشنی اور عالم تاب آفتاب ہدایت کی ضرورت آپڑی ہے انشاءاللہ قوم وملک دونوں کی گتھی اس میں غور وفکر کرنے سے سلجھ سکتی ہے اور اس پر عمل کرنا حکومت وملت کی ترقی وعروج کا ذریعہ ثابت ہوگا" وما ارسلناك الا رحمته للعالمين ﷺ "۔

مناقب اہل بیت

حضرت حسینؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کو حضور ﷺ کی کوئی بات یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا، ''ہاں میں اک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں، اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی تو حضور ﷺ نے فرمایا، ''اس کو پھینک دو، ہمارے لیے صدقہ کا مال جائز نہیں۔''

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پیش آئے پھر وہ کچھ عرصہ کے بعد اسے یاد آئے اور آنے پر پھر وہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ'' پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔'' (اخرجہ مسلم: ۹۱۹)

حضرت حسینؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو''

(اخرجہ الترمذی: ۲۲۴۰)

حضرت حسینؓ کی تواضع انکساری

حضرت حسین بن علیؓ جن اوصاف جملیہ اور خصائل حمیدہ کے حامل تھے ان میں ایک صفت آپ کی تواضع اور عاجزی تھی یہ خوبی آپ کو آنحضور ﷺ کی صحبت سے ہی حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت حسینؓ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ غرباء کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین میں بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی آپ نے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے کہا: ''فرزند رسول اللہ! ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے''

آپ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے آپ نے اس موقع پر یہ

آیت پڑھی:

"اِنَّه لَا یُحِبُّ المُستَکبِرِینَ" (سورۃ النمل:۲۳)

"یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"۔

حضرت حسینؓ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو فرمایا "بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کی، اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے" ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کرلی اور آپ کے مکان پر آئے، جب سب آکر بیٹھے تو آپ نے فرمایا، "رباب! جو کچھ بھی بچا ہوا محفوظ رکھا ہے اسے لے آؤ"۔

(المرتضیٰ، ص:۳۵۹، بحوالہ الجوہرۃ ج:۲ص:۲۱۳)

"حسینؓ! آسمان والوں کا محبوب ہے"

ایک مرتبہ بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے حضرت امام حسینؓ وہاں تشریف لے آئے جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، "میں تمہیں بتاؤں کہ زمین پر رہنے والوں میں سے آج آسمان والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے، یہی ہے جو جا رہا ہے۔"

(البدایۃ والنھایۃ، ج:۸،ص:۲۲۶)

"حسینؓ محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علیؓ (گھر سے نکلے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھانے کے لیے منبر سے نیچے اترنے لگے صحابہؓ نے جب حضرت حسینؓ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر اٹھایا اور فرمایا "شیطان کو اللہ مارے، اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا، مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچہ کو میرے پاس لے آئے۔ (اخرجہ الطبرانی کما قال الکاندھلویؒ فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص۶۱۳

مبارک خاندان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں پٹکا باندھنے کا طریقہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہؓ) سے چلا ہے، انہوں نے پٹکا اس لیے باندھا تھا کہ سارہؓ کی ناراضگی کو دور کر دیں ،(پٹکا باندھ کر خود کو خادمہ کی صورت میں پیش کر کے) پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ابراہیمؑ ساتھ لے کر نکلے ، اس وقت ابھی آپ اسماعیلؑ کو دودھ پلاتی تھیں ، اور بیت اللہ کے قریب ایک درخت پاس جو زمزم کے اوپر مسجد حرام کے بالائی حصہ میں تھا، انہیں لا کر بٹھا دیا، ان دنوں مکہ کسی بھی انسان کے وجود سے خالی تھا، اور ہاجرہ کے پاس پانی بھی نہیں تھا، ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لیے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا، پھر ابراہیمؑ روانہ ہوئے، اسماعیلؑ کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیمؑ! اس وادی میں جہاں کوئی بھی متنفس موجود نہیں ،آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے بار بار اس جملے کو دہرایا لیکن ابراہیمؑ ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے، آخر ہاجرہؓ نے پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ ہاں، اس پر ہاجرہؓ بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، چنانچہ وہ واپس آ گئیں، اور ابراہیمؑ روانہ ہو گئے ، جب وہ مقام ثنیہ پر، جہاں سے یہ لوگ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے، پہنچے تو آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی: ﴿رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ......یشکرون﴾

”میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا ہے......“۔

(قرآن مجید کی آیت) یشکرون تک آپ کے دعائیہ کلمات نقل ہوئے ہیں۔ اسماعیلؑ کی والدہ انہیں

دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں، آخر جب مشکیزہ کا سارا پانی ختم ہوگیا تو پیاسی رہنے لگیں اور ان کے بیٹے بھی پیاسے رہنے لگے، وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا لختِ جگر (پیاس کی شدت سے) پیچ وتاب کھا رہا ہے یا کہا کہ زمین پر لوٹ رہا ہے، اور وہاں سے ہٹیں، کیونکہ انہیں دیکھنے سے دل بے چین ہوتا تھا، صفا پہاڑی جو وہاں سے سب سے زیادہ قریب تھی، چڑھ گئیں، وادی کی طرف رخ کرکے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی متنفس نظر آتا ہے لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ صفا پہاڑی سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھالیا اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں۔ پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اس پر کھڑی ہوکر دیکھنے لگیں کہ کہیں متنفس نظر آتا ہے لیکن کوئی نظر نہ آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کے لیے سعی اسی لیے مشروع ہوئی'' (ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا کہ خاموش! یہ خود اپنے ہی سے کہہ رہی تھیں اور آواز کی طرف انہوں نے کان لگالیے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی، اگر تم میری مدد کرسکتے ہو تو کرو، پھر انہوں نے زمزم کی جگہ پر ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کھود دیا یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی نمودار ہوگیا، حضرت ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنادیا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کردیا اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں، جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ ابل پڑا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ، ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کرلیتا، بیان کیا کہ حضرت ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بیٹے اسماعیل کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے ضائع ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا، کیوں کہ یہیں خدا کا گھر ہوگا، جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے، اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی، سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا، اس طرح وہاں ان کے شب و روز گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے چند گھرانے، مقام کداء کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا، انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا کہ

یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی اس وادی سے گزرے، یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ پایا، آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے، وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا، چناچہ انہوں نے واپس آکر پانی کی موجودگی کی اطلاع دی، اب یہ سب لوگ یہاں آئے، راوی کا بیان ہے کہ اسماعیلؑ کی والدہ اس وقت پانی کے پاس ہی تھیں، ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں گی؟ ہاجرہؓ نے فرمایا کہ ہاں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق (ملکیت) نہیں ہوگا، انہوں نے تسلیم کرلیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے تھے، ان لوگوں کی وجہ سے انسیت تو تھی ہی چنانچہ ان لوگوں نے خود بھی یہیں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوالیا، اور سب لوگ بھی یہیں آکر قیام پذیر ہوگئے، اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آکر آباد ہوگئے، اور بچہ (اسماعیلؑ) جوان ہوا اور ان سے عربی زبان سیکھ لی، جوانی میں اسماعیلؑ ایسے تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں، سب کو آپ بھلے لگتے، چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کردی، پھر اسماعیلؑ کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا،

حضرت اسماعیلؑ کی شادی کے بعد حضرت ابراہیمؑ یہاں اپنے چھوڑے ہوئے

سرمایہ کو دیکھنے تشریف لائے، اسماعیلؑ گھر پر موجود نہیں تھے، اسلئے آپؑ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں، پھر آپؑ نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی ترشی میں گذر اوقات ہوتی ہے، اس طرح انہوں نے شکایت کی کہ، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل ڈالیں، پھر جب اسماعیلؑ واپس تشریف لائے تو جیسے انہوں نے کچھ انسیت سی محسوس کی اور پوچھا کہ کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں، ایک بزرگ اس صورت کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا کہ (آپ تلاش معاش میں باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے معاش کیا حال ہے؟ میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی ترشی سے ہوتی ہے، اسماعیلؑ نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی تھی؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں، انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں، اسماعیلؑ

نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے، اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کردوں۔ اب تم اپنے گھر چلی جاؤ، چنانچہ اسماعیلؑ نے انہیں طلاق دے دی، اور بنو جرہم میں ایک دوسری عورت سے شادی کرلی، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیمؑ ان کے ہاں نہیں آئے، پھر جب کچھ دنوں ک بعد تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اسماعیلؑ گھر پر موجود نہیں تھے، آپؑ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان سے اسماعیلؑ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے روزی تلاش کرنے گئے ہیں، ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم لوگوں کا کیسا حال ہے؟ آپ نے ان کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، ابراہیمؑ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت، آپ نے دریافت فرمایا کہ اور پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی، ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی، اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما، ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا، اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف گوشت اور پانی پر خوراک میں انحصار، مداومت کے ساتھ مکہ کے سوا اور کسی خطہ زمین پر بھی موافق نہیں، ابراہیمؑ نے (جاتے ہوئے) فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آجائیں تو ان سے میرا اسلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔

جب اسماعیلؑ تشریف لائے تو پوچھا کہ یہاں کوئی آیا تھا؟ بیوی بتایا کہ جی ہاں، ایک بزرگ بڑی اچھی وضع وشکل کے آئے تھے، بیوی نے تعریف کی، پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا اور میں نے بتادیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے گزر بسر کا کیا حال ہے؟ میں بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں، اسماعیلؑ نے پوچھا کہ انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ کو انہوں نے سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں، اسماعیلؑ نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے چوکھٹ تم ہو، اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں، پھر جتنے دنوں اللہ تعالیٰ کو منظور رہا،

ابراہیمؑ ان کے ہاں تشریف نہیں لائے، جب تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیلؑ زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سایہ میں اپنے تیر بنا رہے ہیں، جب اسماعیلؑ نے ابراہیمؑ کو دیکھا فوراً

کھڑے ہوگئے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہی طرز عمل ان دونوں نے اختیار کیا، پھر ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، اسماعیلؑ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اسے کر گزریئے، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ کیا تم بھی میری مدد کرو گے؟ا

نہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کرونگا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک اونچے مقام کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف چناچہ ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی اسماعیلؑ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور ابراہیمؑ تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیلؑ ایک پتھر لائے اور اسے ابراہیمؑ کے لیے رکھ دیا، اب ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے، اسماعیلؑ پتھر دیئے جاتے تھے اور یہ دونوں حضرات یہ دعا پڑتے جاتے تھے:

﴿ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم﴾

''پروردگار! ہماری طرف سے قبول کیجئے، بے شک آپ بڑے سننے والے، بہت جاننے والے ہیں''۔

فرمایا کہ دونوں حضرات تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑتے رہے۔

بری نظر سے دیکھنے کو سزا؟

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا۔ ''یہ تیری کیا حالت ہے؟''

کہا ''میرے پاس سے ایک عورت گذری تھی۔ میں نے اس کیطرف دیکھ لیا اس کے بعد سے میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آگئی۔ جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اس کو سزا دینے کی جلدی فرمادیتے ہیں۔''

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ
شاہ صاحب رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- تاریخی حقائق سے مزین علمی مقالہ جات
- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعر و سخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
- آپ کے مسائل اور انکا حل

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

بیرون ملک سالانہ بذریعہ ہوائی ڈاک 45 امریکی ڈالر

- دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ کیلئے خصوصی رعایت

ماہنامہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ محلہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569

E-mail:milliafsd@yahoo.com

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213

امیر المومنین امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید قدس اللہ سرہٗ

شہید بالاکوٹ کا

مسلکِ دینی

خطی نسخے کا عکس

این فقیر در بلاد ہندوستان گمنام نیست الوف الوف انام از خواص و عوام این فقیر و اسلاف این فقیر را میدانند کہ
مذہب این فقیر ابا عن جد مذہب حنفی است و بالفعل ہم جمیع اقوال و اعمال این ضعیف بر قوانین اصول حنفیہ و آئین
قواعد ایشان منطبق است ہیچ یکی از آن خارج از اصول مذکورہ نیست الا ماشاء اللہ

ترجمہ

یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں۔ ہزاروں ہزار آدمی، کیا خاص اور کیا عام، اس فقیر کو اس کے بزرگوں کو جانتے ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ اس فقیر کا مذہب ابا عن جدٍ حنفی ہے اور اس وقت بھی خاکسار کے تمام اقوال و اعمال احناف کے اصول وقوانین اور قواعد کے مطابق ہیں، ان میں سے ایک بھی ان اصول سے باہر نہیں۔ الا ماشاءاللہ

ماخوذ از
مکاتیب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ
ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

www.milliafsd.com